عباراتِ اکابر

افادات

متکلم اسلام مولانا محمد الیاس گھمن حفظہ اللہ

امیر: عالمی اتحاد اہل السنۃ والجماعۃ

سرپرست: مرکز اہل السنۃ والجماعۃ 87 جنوبی لاہور روڈ سرگودھا

چیف ایگزیکٹو: احناف میڈیا سروسز

جمع وترتیب

مجلسِ علمی مرکز اہل السنۃ والجماعۃ

رابطہ: مکتبہ اہل السنۃ والجماعۃ، 87 جنوبی لاہور روڈ سرگودھا

فون نمبرز: 048-3881487, 0321-6353540, 0335-7500510

ای میل: markazhanfi@gmail.com

عبارات اکابر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عبارات پہ اعتراضات اور ان کے جوابات سمجھنے سے پہلے چند بنیادی باتیں سمجھ لیں۔

فائدہ 1: اسلاف کے تذکرہ کا فائدہ:

قرآن کریم میں اللہ تعالی نے حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کے واقعات بیان فرمائے ہیں۔

وَكُلًّا نَّقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ اَنْبَآءِ الرُّسُلِ مَا نُثَبِّتُ بِهٖ فُؤَادَكَ ۔

سورۃ ھود: آیت 120

ترجمہ: اے پیغمبر گزشتہ پیغمبروں کے واقعات میں سے وہ سارے واقعات ہم تمہیں سنا رہے ہیں جن سے ہم تمہارے دل کو تقویت پہنچائیں۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم چونکہ معصوم ہیں تو معصوم کے دل کو مضبوط کرنے کے لئے معصومین کے واقعات بیان فرمائے۔ ہم چونکہ غیر معصوم ہیں تو ہمارے دلوں کو مضبوط کرنے کے لئے غیر معصومین کا تذکرہ بھی فرمایا:

مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَ الرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَ الصِّدِّيْقِيْنَ وَ الشُّهَدَآءِ وَ الصّٰلِحِيْنَ وَ حَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا

سورۃ النساء: آیت 69

ترجمہ: اور جو لوگ اللہ اور رسول کی اطاعت کریں گے تو وہ ان کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ نے انعام فرمایا ہے، یعنی انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین اور وہ کتنے اچھے ساتھی ہیں۔

فائدہ 2: اسلاف کا دفاع:

جب اکابرین کا تذکرہ ہو گا تو لوگ اعتراضات بھی کریں گے اس لئے ان اکابرین کا دفاع بھی ضروری ہے کیونکہ اگر ہم جوابات نہیں دیں گے تو لوگ اکابرین سے بدظن ہو کر انہیں چھوڑ بیٹھیں گے۔

فائدہ 3: اتحاد امت:

موجودہ حالات میں اتحاد امت وقت کی اہم ضرورت ہے۔ اور اتحاد امت کا مطلب یہ ہے کہ:

1: اخلاف کو اسلاف سے بعد والوں کو پہلے والوں سے جوڑ دیا جائے۔

2: ہر مسلک کے لوگ متفقات کو لیکر مختلفات میں ایک دوسرے کو برداشت کریں۔

3: اتحاد امت کا یہ معنی کرنا کہ اپنا دین، مسلک، مذہب اور منہج چھوڑ کر دوسرے کا دین، مسلک، مذہب اور منہج اختیار کریں درست بھی نہیں اور ایسا اتحاد ممکن بھی نہیں۔

مزید وضاحت:

چار الفاظ اور ان کا مطلب سمجھیں:

دین: منصوصات قطعیہ کو کہتے ہیں جس کی بنیاد پہ ایمان اور کفر کا فیصلہ ہوتا ہے۔ اس اعتبار سے اتحاد ناممکن ہے۔

مسلک: نصوص ظنیہ کو کہتے ہیں جس کی بنیاد پہ ہدایت، ضلالت۔ اھل السنت، اھل بدعت کا فیصلہ ہوتا ہے۔ اس اعتبار سے اتحاد ناممکن ہے۔

مذہب: اجتہادیات کو کہتے ہیں۔ ان میں اتحاد کی ضرورت نہیں۔

منہج:کام کے طریقہ کار کو کہتے ہیں، جیسے تعلیمی نظام، تبلیغ، سیاست وغیرہ۔ طریقہ کار کا اتحاد بھی ممکن نہیں۔

فائدہ:

ہماری جو چار نسبتیں ہیں۔ مسلمان، اھل السنت والجماعت، احناف، دیوبند ان کا مطلب سمجھنا اب بہت آسان ہے۔

اسلام: ہمارا دین ہے۔

اھل السنت والجماعت: ہمارا مسلک ہے۔

احناف: ہمارا مذہب ہے۔

دیوبند: ہمارا منہج ہے۔

فائدہ4: اجتہاد و الحاد:

نئے پیش آنے والے مسائل پہ تحقیق کر کے انہیں حل کرنے کا نام اجتہاد ہے اور جن مسائل کو مجتہدین نے حل کر دیا ان کے انکار کا نام الحاد ہے۔
اب تکوینی طور پہ اجتہاد مطلق کا دروازہ بند ہے۔ موجودہ دور میں کچھ لوگ الحاد کو اجتہاد کا نام دیتے ہیں۔

فائدہ5: ناقل و شارح:

ہم اپنے مسلک کے ناقل اور شارح بنیں نہ کہ محقق، ہمیں چاہئے کہ اپنے اکابر کی بات لوگوں تک پہنچائیں اور پھر وہ بات سمجھائیں اس کے کئی فوائد ہیں۔

1: لوگوں کے دلوں میں جو محبوبیت اکابر کی تھی وہ ہماری بھی ہوگی۔

2: اللہ تعالی کے ہاں جو مقبولیت ان کو حاصل تھی ہمیں بھی نصیب ہوگی۔

3: قیامت کے دن جو اچھا انجام ان کا ہوگا وہ ان شاء اللہ ہمارا بھی ہوگا۔

فائدہ6: فتوی کفر میں احتیاط:

ہمارے اکابر کی جن عبارات پہ لوگ اعتراض کرتے ہیں ان میں کفر کا کوئی احتمال ہی نہیں ہے اگر بالفرض کفر کا کوئی احتمال نکلتا تب بھی شریعت مطہرہ کی روشنی میں کفر و گستاخی کا فتوی نہیں لگانا چاہئے۔

امام زین الدین بن ابراھیم بن محمد المعروف ابن نجیم المصری الحنفی ت 970ھ فرماتے ہیں:

"وفی الخلاصة وغیرھا إذا کان فی المسألة وجوہ توجب التکفیر ووجه واحد یمنع التکفیر فعلی المفتی أن یمیل إلی الوجه الذی یمنع التکفیر تحسینا للظن بالمسلم. زاد فی البزازیة إلا إذا صرح بإرادة موجب الکفر فلا ینفعه التأویل حینئذ

البحر الرائق باب احکام المرتدین

ترجمہ: خلاصۃ الفتاویٰ اور دیگر کتب میں ہے کہ جب کسی مسئلہ میں کئی احتمال کفر کے اور ایک احتمال ایمان کا ہو تو مفتی کو چاہئے ایمان والے احتمال کو لے (کفر کا فتویٰ نہ دے) اس لئے کہ مسلمان کے بارے میں اچھا گمان رکھنا چاہئے۔ بزازیہ میں یہ اضافہ ہے کہ اگر قائل خود ہی کفر والے احتمال کو متعین کر دے تو پھر کسی کی تاویل اسے کفر سے نہیں بچا سکتی۔

اس طرح کی عبارات کی روشنی میں یہ کہا جاتا ہے کہ کسی کی بات میں ننانوے احتمال کفر کے ایک ایمان کا ہو تو اسے کافر نہ کہا جائے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی مسلمان ایسی بات کہے جس میں کئی احتمال کفر کے اور ایک احتمال ایمان کا ہو تو مسلمان کے بارے اچھا گمان رکھتے ہوئے ایمان والے احتمال کو ترجیح دینی چاہئے اس کا یہ مطلب نہیں کہ ایک بندے میں ننانوے باتیں کفر کی ایک ایمان کی ہو تو اسے مومن کہا جائے۔

فائدہ7: گفتگو اصولی:

عام طور پہ اہل بدعت حضرات اکابر علماء دیوبند رحمہم اللہ تعالی کی عبارات پہ کفر کا الزام لگاتے ہیں اس لیئے اہل السنت والجماعت احناف دیوبند اور اہل بدعت حضرات کے مابین عبارات پہ گفتگو اصولوں کی روشنی میں ہو گی۔

فائدہ8: اصل اختلاف:

اہل بدعت اکابر علماء دیوبند رحمہم اللہ میں سے چار حضرات کی عبارات پر اعتراضات کرتے ہیں۔

1: حجۃ الاسلام قاسم العلوم والخیرات بانئ دارالعلوم دیوبند حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ (ت1297ھ) کی تحذیر الناس کی عبارت۔

2: قطب الاقطاب حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ (ت1322ھ) کی فتاوی رشیدیہ کی عبارت۔

3: حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمہ اللہ (ت1346ھ) کی براہین قاطعہ کی عبارت۔

4: حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ (ت1362ھ) کی حفظ الایمان کی عبارت۔

انہیں چار حضرات کی عبارات کی بنیاد پہ جناب احمد رضاخان نے حسام الحرمین میں فتوی لگایاہے اور اصل اختلاف کی بنیاد بھی انہی عبارات کو قرار دیا جاتا ہے۔

1۔ مولوی ارشد القادری صاحب لکھتے ہیں:

علماء دیوبند کے ساتھ ہمارے اختلاف کی پہلی بنیاد جو ان کے کتابوں کے حوالوں کے ساتھ آپ کے سامنے ہے۔ اور علماء دیوبند کی چار عبارتوں میں سے تین عبارتیں نقل کرتا ہوں۔

(الصوارم الھندیہ: ص8)

2۔ مولوی تبسم شاہ بخاری صاحب لکھتے ہیں:

آپ کا اور ہمارا اختلاف اصولی ہے ہمارا اصل اور بنیادی اختلاف تحذیر الناس، براہین قاطعہ، حفظ الایمان کی کفریہ عبارات پر ہے۔

(دیوبندیوں سے لاجواب سوالات: 356)

اس سے پتہ چلا کہ اختلاف کی وجہ حسام الحرمین میں موجودہ علماء دیوبند رحمھم اللہ کی چند عبارات ہیں اس لئے اصل موضوعِ مناظرہ حسام الحرمین ہو گا نہ کہ دیگر حضرات کی عبارات۔

فائدہ9: مزید جوابات:

ان چار عبارات کے علاوہ اکابر علمائے دیوبند رحمھم اللہ کے کچھ خوابوں پہ اعتراض کئے جاتے ہیں جن میں سے چند ایک کے جوابات اس فائل میں مذکور ہیں۔ اسی طرح کچھ اعتراضات شاہ اسماعیل شہید رحمہ اللہ پہ بھی ہیں آپ رحمہ اللہ اگرچہ دارالعلوم دیوبند کی بنیاد سے پہلے وفات پا چکے تھے کیونکہ دارالعلوم دیوبند کی بنیاد 15 محرم الحرام 1283ھ کو رکھی گئی اور شاہ صاحب کی وفات 1246ھ کو ہوئی۔ چونکہ شاہ صاحب رحمہ اللہ کی ان عبارات کی بنیاد پہ دیوبند کو بھی گستاخ کہا جاتا ہے اس لئے چند ایک عبارات کا جواب ہم نے یہاں دے دیا ہے

فائدہ10: غیرت وفرقہ واریت:

اپنے مسلک کے بزرگوں کا دفاع کرنا غیرت ہے اور دوسرے مسلک کے بزرگوں کی پگڑیاں اچھالنا فرقہ واریت ہے۔ ہم نے ہمیشہ اپنے بزرگوں کی دستار کا دفاع کیا ہے اور کرتے رہیں گے ان شاء اللہ۔ اس فائل میں بھی ہم نے کسی مسلک کے بزرگوں کی پگڑی نہیں اچھالی بلکہ اپنے اسلاف کی عبارات کا دفاع کیا ہے۔

فائدہ 11: اکابرین علماء دیوبند سے مراد:

اکابرین علماء دیوبند سے مراد حضرت مولنا رشید احمد گنگوہی، مولنا محمد قاسم نانوتوی، حضرت شیخ الہند مولنا محمود حسن دیوبندی رحمہ اللہ کے اساتذہ اور حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ کے بلاواسطہ تلامذہ ہیں۔ ان حضرات کی رائے اکابر علماء دیوبند کی رائے، ان سے اختلاف اکابر علماء دیوبند سے اختلاف ہے۔ ان سے اختلاف کر کے یہ تاثر دینا کہ اس مسئلہ میں اکابر علماء دیوبند کا اختلاف ہے درست نہیں۔

قاسم العلوم والخیرات مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ ت 1297ھ

قاسم العلومِ والخیرات بانیٔ دارالعلوم دیوبند حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ تعالیٰ (ت 1297ھ) کا مختصر تعارف

آپ کا مکمل نام ونسب یہ ہے: مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ بن شیخ اسد علی بن غلام شاہ بن محمد بخش بن شیخ علاؤالدین بن ابوالفتح۔

تاریخی نام آپ کا خورشید حسین رکھا گیا۔ آپ کی ولادت قصبہ نانوتہ ضلع سہارنپور میں شعبان یا رمضان 1248ھ مطابق 1832ء کو ہوئی۔ ابتدائی تعلیم وطن عالوف میں حاصل کی، پھر دیوبند میں مولوی مہتاب علی سے کچھ پڑھا۔ اور شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ کے صاحبزادے شاہ عبدالغنی رحمہ اللہ سے علوم حدیث کی تکمیل کی۔ آپ کے مشہور اساتذہ شاہ عبدالغنی مجددی دہلوی اور مولانا مملوک علی نانوتوی رحمہا اللہ ہیں۔ آپ کی تصنیفات میں سے چند مشہور یہ ہیں: حجۃ الاسلام، تقریر دلپزیر، انتصار الاسلام، قبلہ نما، آب حیات، تحذیر الناس، تنویر النبراس علی من انکر تحذیر الناس، مناظرہ عجیبہ، مکاتیب نانوتوی، تصفیۃ العقائد، تحفہ لحمیہ، اسرارِ قرآنی، انتباہ المومنین، میلہ خداشناسی، توثیق الکلام، الدلیل المحکم، لطائف قاسمی، جمال قاسمی، فیوض قاسمی، قصائد قاسمی، مصابیح التراویح، الحق الصریح فی اثبات التراویح فارسی، حاشیہ بخاری (یہ بخاری شریف کے آخری پانچ پاروں کا حاشیہ ہے) فتاویٰ متعلقہ اجرت تعلیم، جواب ترکی بہ ترکی، ہدیۃ الشیعہ، اجوبہ اربعین کاملہ، الخط المقسوم۔

اور حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمہ اللہ سے آپ کو خلافت تھی۔

آپ کی وفات 4 جمادی الاولیٰ 1297ھ بمطابق 1880ء میں ہوئی۔ کل آپ نے عمر 49 سال پائی۔

اثر ابن عباس رضی اللہ عنہما

أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ يَعْقُوبَ الثَّقَفِيُّ ثَنَا عُبَيْدُ بْنُ غَنَّامٍ النَّخَعِيُّ أَنْبَأَ عَلِيُّ بْنُ حَكِيْمٍ حَدَّثَنَا شَرِيْكٌ عَنْ عَطَآءِ ابْنِ السَّائِبِ عَنْ أَبِي الضُّحٰى عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا أَنَّهُ قَالَ : أَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وَ مِنَ الْأَرْضِ مِثْلَهُنَّ قَالَ سَبْعُ أَرْضِيْنَ فِيْ كُلِّ أَرْضٍ نَبِيٌّ كَنَبِيِّكُمْ وَآدَمُ كَآدَمَ وَنُوْحٌ كَنُوْحٍ وَّاِبْرَاهِيْمُ كَاِبْرَاهِيْمَ وَعِيْسٰى كَعِيْسٰى

(المستدرک علی الصحیحین۔ ج2، ص535، رقم الحدیث 3822،)

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سورۃ الطلاق کی آیت أَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ الآیۃ کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے سات آسمانوں کی طرح سات زمینیں پیدا کی ہر زمین میں تمہارے نبی کی طرح نبی ہیں تمہارے آدم کی طرح آدم ہیں تمہارے نوح کی طرح نوح ہیں ابراہیم کی طرح ابراہیم ہیں اور عیسی کی طرح عیسی ہیں۔

فائدہ:

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا یہ اثر کئی حضرات نے اپنی کتب میں نقل کیا ہے۔

1۔ امام ابو محمد عبدالرحمن بن محمد بن ادریس بن مہران المعروف ابن ابی حاتم الرازی رحمہ اللہ ت 327ھ۔

تفسیر ابن ابی حاتم سورۃ الطلاق آیت 12

2۔ امام ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ الحاکم رحمہ اللہ ت 405ھ۔

المستدرک علی الصحیحین رقم الحدیث 3822

3۔ امام ابو بکر بن الحسین بن علی البیہقی رحمہ اللہ ت 458ھ۔

کتاب الاسماء والصفات رقم الحدیث 831

4۔ امام ابوعبداللہ محمد بن احمد بن ابی بکر بن فرح الانصاری الخزرجی القرطبی رحمہ اللہ ت 671ھ۔

الجامع لاحکام القرآن سورۃ البقرۃ آیت 29

5۔ مفسر ابو الفداء اسماعیل بن عمر بن کثیر القرشی الدمشقی رحمہ اللہ ت 774ھ۔

تفسیر القرآن العظیم سورۃ الطلاق آیت 12

6۔ امام بدر الدین محمود بن احمد بن موسی العینی رحمہ اللہ ت 855ھ۔

عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری باب ماجاء فی سبع ارضین

7: امام ابو الفضل جلال الدین عبد الرحمن بن کمال الدین ابی بکر بن محمد السیوطی رحمہ اللہ ت 911ھ۔

تفسیر الدر المنثور سورۃ الطلاق آیت 12

8: امام احمد بن محمد بن علی بن حجر الھیثمی المکی رحمہ اللہ ت 974ھ۔

الفتاوی الحدیثیہ لابن حجر ج 1 ص 119

9: علامہ عبد الروف المناوی رحمہ اللہ ت 1031ھ۔

فیض القدیر ج 3 ص 482

10: مفتی بغداد امام ابو الفضل محمود آلوسی رحمہ اللہ ت 1270ھ۔

تفسیر روح المعانی سورۃ الطلاق آیت 12

اشکال:

اگر ہر زمین میں ہماری زمین جیسا نبی ہے تو پھر خاتم النبیین کون ہو گا؟

جواب:

قاسم العلوم والخیرات حجۃ اللہ فی الارض حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ نے اس حدیث کا ایسا دلنشین مطلب بیان کیا کہ حدیث کی صحت بھی بر قرار رہی اور نبی کریم علیہ الصلوۃ والسلام کی ختم نبوت پر بھی کوئی حرف نہ آیا۔

جس کا حاصل یہ کہ: اس اثر کو ماننے سے حضور ﷺ کی عظمت کا اظہار زیادہ ہو گا۔ جیسے سات ملکوں کے سات بادشاہ الگ الگ ہوں اسمیں عظمت کم ہے لیکین اگر سات ملکوں کا ایک ہی بادشاہ ہو تو اسمیں عظمت زیادہ ہے اسی طرح حضور ﷺ اگر ایک زمین کے خاتم ہوں تو عظمت کا اظہار کم ہو گا اور اگر ساتوں زمینوں کے خاتم النبیین ہوں تو عظمت کا اظہار زیادہ ہو گا۔

اور آیت ختم نبوت میں لفظ "خاتم" آیا ہے اگر اس کا معنی صرف آخری کیا جائے تو آخری ہونا یہ وجہ فضیلت نہیں ہے کیونکہ کسی کا آخر میں ہونا یہ مقام مدح نہیں ہے تقدم و تاخر بالذات فضیلت نہیں ہے جیسے خلفاء راشدین میں آخری خلیفہ حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں حالانکہ ان میں افضل حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں اسی طرح ائمہ اربعہ میں سے سب سے آخر میں امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ ہیں جبکہ تمام ائمہ میں سے افضل امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ ہیں تو ثابت ہوا کہ محض کسی چیز کا آخر میں ہونا وجہ فضیلت نہیں۔

آپ مزید فرماتے ہیں:

"ایک ہے موصوف بالذات اور ایک ہے موصوف بالعرض"

موصوف بالذات کی خصوصیت یہ ہے کہ وصف اسی سے شروع ہوتا ہے اسی پر ختم ہوتا ہے اور اسکا یہ وصف بلا واسطہ ہوتا ہے جبکہ موصوف بالعرض وہ ہوتا ہے جسے وصف کسی کے واسطہ سے ملے جیسے سورج کی روشنی یہ کسی سے مستفاد نہیں ہوتی بلکہ ذاتی ہے اور چاند، ستارے، انکو روشنی سورج کے واسطے سے ملتی ہے۔

اسی طرح نبی اکرم ﷺ کی نبوت ذاتی ہے باقی انبیاء کو نبوت حضور ﷺ کے واسطے سے ملی ہے نبوت چلی بھی حضور ﷺ سے ہے ختم بھی

آپ ﷺ پر ہوئی۔

مولنانانوتوی رحمہ اللہ مزید فرماتے ہیں:

خاتمیت زمانیہ جسکازمانہ آخری ہو خاتمیت ذاتیہ جسکی نبوت ذاتی ہو آپ ﷺ کی نبوت ذاتی بھی ہے زمانی بھی ہے۔

اللہ تعالی نے قرآن مجید میں فرمایا" اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِھِمْ وَ اَزْوَاجُہٗ اُمَّھٰتُھُمْ " حضور ﷺ کی ازواج مطہرات مؤمنین کی مائیں ہیں تو حضور ﷺ بمنزلہ والد کے ہوئے کیونکہ جو ایمان لاتا ہے اسکا ایمان نسل ہوتا ہے اور جس پر ایمان لایا جائے اسکا ایمان اصل ہوتا ہے اصل کو باپ نسل کو اولاد کہتے ہیں۔ پیغمبر کا ایمان اصل بمنزلہ باپ کے ہے اس لیے نبی امت کا روحانی باپ ہوتا ہے تو اس کی بیویاں امت کی مائیں ہوئیں۔

حضرت آدم علیہ السلام سے حضرت عیسی علیہ السلام تک سب نبی ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نبی الانبیاء ہیں۔ پہلے انبیاء کا کلمہ پڑھنے کا حکم صرف امت کو تھا جبکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کا عہد تمام انبیاء سے لیا گیا تمام انبیاء نے حضور ﷺ کا کلمہ پڑھا تو حضور ﷺ کا ایمان اصل بمنزلہ باپ کے ہوا اور انبیاء کا ایمان نسل بمنزلہ اولا کے ہوا تو اس لیے حضور ﷺ تمام انبیاء کے لیے بمنزلہ والد کے ہوئے۔

مولانانوتوی رحمہ اللہ مزید وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

اگر آیت میں خاتم النبیین کا معنی صرف آخری نبی ہونالیں تو یہ قابل مدح نہیں کیونکہ آیت میں لفظ لکن آیا ہے اور یہ استدراک کے لیے آتا ہے یعنی لکن کے ماقبل میں شبہ ہوتا ہے اس کا مابعد اس شبہ کو دور کرتا ہے اگر اسکا معنی صرف آخری کریں تو شبہ دور نہیں ہو گا کیونکہ شبہ یہ ہے کہ آپ ﷺ کی جسمانی اولاد نہیں ہے تو کیا روحانی اولاد بھی نہیں ہے؟ رسول اللہ سے یہ شبہ دور ہو گیا کہ آپ ﷺ کی روحانی اولا ہے خاتم النبیین سے شبہ کیسے دور ہو گا لہذا یہاں خاتم سے صرف آخری ہونا مراد نہیں ہے بلکہ خاتم النبیین سے مراد ایسے نبی کہ جس کی نبوت ذاتی ہے باقی انبیاء کی نبوت عرضی تو انبیاء کا ایمان نسل ہے اور خاتم النبیین کا ایمان اصل ہے تو حضور ﷺ تمام انبیاء کے بھی روحانی باپ ہیں تو حضور ﷺ کی روحانی اولاد حضور ﷺ سے پہلے بھی تھی حضور ﷺ کے زمانہ میں بھی تھی اور قیامت تک رہے گی۔

فائدہ:

بعض لوگوں نے حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے اس اثر کا انکار کیا اور اس اثر کے ماننے والوں پر کفر کا فتوی لگایا تو اس وقت مولانا محمد احسن نانوتوی رحمہ اللہ نے مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ، مولانا عبد الحیٔ لکھنوی اور غیر مقلد عالم میاں نذیر حسین دہلوی کو ایک استفتاء لکھا جس میں اس اثر کے بارے میں پوچھا،

حجۃ الاسلام والمسلمین قاسم العلوم والخیرات بانی دار لعلوم دیوبند حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ نے " تحذیر الناس من انکار اثر ابن عباس " کی صورت میں جواب دیا۔

مولانا عبد الحیٔ لکھنوی رحمہ اللہ نے اس کے جواب میں تین فتوے دئے، جو مجموعۃ الفتاوی میں موجود ہیں۔

پہلا فتوی صفحہ 15 تا صفحہ 22۔ دوسرا فتوی صفحہ 32 تا 35۔ اور تیسرا فتوی صفحہ 72، 73 پر موجود ہے

مزید وضاحت کے لیے علامہ لکھنوی نے تین کتابیں بھی اس موضوع پر تحریر فرمائیں،

الآیات البینات، دافع الوسواس، زجر الناس

غیر مقلد عالم میاں نذیر حسین دہلوی صاحب نے اس اثر کی صحت کے بارے میں جو فتوی دیا وہ فتاوی نذیریہ کی پہلی جلد صفحہ 65 تا 67 پر موجود ہے۔

شبہ:

اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم بھی کوئی نبی پیدا ہو، تو پھر بھی خاتمیت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم میں کچھ فرق نہ آئے گا چہ

جائے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے معاصر کسی اور زمین میں، یا فرض کیجیے اسی زمین میں کوئی اور نبی تجویز کیا جائے۔

تحذیر الناس طبع جدید ص 63

جواب

ایک ہے خاتمیت ذاتیہ دوسری ہے خاتمیت زمانیہ۔

حضور ﷺ کی خاتمیت ذاتیہ بھی ہے زمانیہ بھی ہے اور مکانیہ بھی ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت چونکہ ذاتی ہے اور موصوف بالذات سے وصف شروع ہوتا اور اسی پر ختم ہوتا ہے اس لئے اب اگر کوئی نبی آ بھی جائے تو حضور ﷺ کی خاتمیت ذاتیہ پر کوئی فرق نہیں پڑتا اسی طرح حضور ﷺ کو خاتمیت مکانیہ بھی حاصل ہے کیونکہ آپ ﷺ کی زمین سب سے اوپر ہے اسی طرح آپ ﷺ کو خاتمیت زمانیہ بھی حاصل ہے اور خاتمیت ذاتیہ خاتمیت زمانیہ کو مستلزم ہے۔

اگر بالفرض حضور ﷺ کے بعد کوئی نبی آ بھی جائے تو دو صورتیں ہیں، اس پر وحی آئے گی یا نہیں۔ اگر وحی آتی ہے تو اس کی تین صورتیں ہیں۔

1: وہ وحی پہلی وحی سے افضل ہو گی۔

2: وہ وحی پہلی وحی کے مساوی ہو گی۔

3: وہ وحی پہلی وحی سے ادنی ہو گی۔

افضل ہونا ممنوع ہے کیونکہ قرآن کا افضل وحی ہونا اجماع سے ثابت ہے (دوسری صورت) وہ وحی برابر ہو یہ بھی نہیں ہو سکتا اس سے تحصیل حاصل لازم آئے گا (تیسری صورت) کہ وہ وحی ادنی ہو یہ بھی نہیں ہو سکتا کیونکہ بعد والی وحی پہلی وحی کے لیے ناسخ ہوا کرتی ہے اور ادنی یہ اعلی کے لیے ناسخ نہیں ہو سکتی تو ثابت ہوا کہ آپ ﷺ کی خاتمیت ذاتیہ بھی ہے اور زمانیہ بھی ہے مکانیہ بھی ہے اس لئے اب اگر بالفرض کوئی نبی آ بھی جائے تو اس سے خاتمیت ذاتیہ میں فرق نہیں پڑتا ہاں البتہ خاتمیت زمانیہ میں فرق پڑے گا۔

اشکال

مولانا نانوتوی رحمہ اللہ اور منکریں ختم نبوت دونوں مانتے ہیں کہ حضور کو خاتمیت ذاتیہ حاصل ہے تو منکرین ختم نبوت کے نزدیک حضور کی وجہ سے پہلے انبیاء کو بھی نبوت ملی تو بعد والوں کو بھی مل سکتی ہے اسی طرح مولانا نانوتوی کہتے ہیں کہ بعد میں اگر نبی آ بھی جائے تو کوئی حرج نہیں۔

جواب

مولانا قاسم نانوتوی نے اس کا جواب تحذیر الناس میں دیا کہ اگر کوئی نبی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آ جائے تو خاتمیت ذاتیہ میں فرق نہیں پڑتا لیکن اس سے خاتمیت زمانیہ پر فرق پڑتا ہے اس لیے آپ کے بعد کوئی نیا نبی آ ہی نہیں سکتا اس لیے کہ خاتمیت ذاتیہ کو خاتمیت زمانیہ مستلزم ہے تو مولانا نانوتوی خاتمیت زمانیہ کے بھی قائل تھے جبکہ منکرین ختم نبوت خاتمیت زمانیہ کے منکر ہیں۔

ایک نحوی اشکال

لَوْ، انتفائے ثانی بوجہ انتفائے اول کے لیے آتا ہے۔ (مثال) "لَوْ كَانَ فِيهِمَا آلِهَةٌ إِلَّا اللَّهُ لَفَسَدَتَا" تو اب فساد منفی ہے کیونکہ کیونکہ اول یعنی تعدد الٰہ منفی ہے۔

مولانا قاسم نانوتوی فرماتے ہیں کہ اگر حضور ﷺ کے بعد کوئی نبی آ بھی جائے تو حضور ﷺ کی خاتمیت میں کوئی فرق نہیں پڑتا تو اس کی

نفی یہ بنے گی اگر حضورﷺ کے بعد کوئی نبی نہ آئے تو حضورﷺ کی خاتمیت میں فرق پڑتا ہے تو مولانا قاسم نانوتوی کے ہاں نبی آنا ضروری ہے؟

جواب

اس حرف کا دوسرا معنی استمرار ودوام اور تاکید بھی ہوتا ہے۔

ان یقصد بیان استمرار شیء فیربط ذلك الشیء بابعد النقیضین كقولك لو اهانني لا كرمته لبیان استمرار وجود الا كرام، فانه اذا استلزمت الاهانه الا كرام فكيف لا يستلزم الا كرام الا كرام

(شرح جامی، ص334)

ترجمہ: حرف لو کا ایک استعمال یہ ہے کہ اس سے کسی چیز کے استمرار ودوام کو بیان کرنا مقصود ہوتا ہے جیسے لو اهانني لا كرمته اگر وہ میری توہین کرتا تو میں اس کی عزت کرتا۔ جب دوسرے کی طرف سے توہین کے باوجود ادھر سے عزت ہے تو ادھر سے عزت ہو تو عزت کیوں نہ ہو گی؟

تو لَوْ کا ایک معنی تاکید ثانی بوجہ انتفائے اول بھی ہے، مثال: "لَوْ اَهَنْتَنِي لَاَكْرَمْتُكَ" اگر آپ نے مجھے گالی دی تو میں تب بھی تمہاری عزت کروں گا۔ اور اگر تو نے عزت کی تو پھر ضرور میں تمہاری عزت کروں گا۔

مولانا قاسم نانوتوی کے کلام کا مقصد یہ ہے کہ اگر آپ کے بعد کوئی نبی آ بھی جائے تو خاتمیت محمدی میں فرق نہیں پڑتا اور اگر کوئی نبی نہ آئے تو بطریق اولی فرق نہیں پڑے گا۔

دوسری عبارت:

انبیاء اپنی امت سے اگر ممتاز ہوتے ہیں تو علوم ہی میں ممتاز ہوتے ہیں باقی رہا عمل سو صورت عمل میں بسا اوقات بظاہر امتی مساوی ہو جاتے ہیں بلکہ بڑھ جاتے ہیں۔

تحذیر الناس طبع جدید ص19

جواب:

کمالات کی بنیاد دو چیزیں ہیں

(۱) علم (۲) عمل

نبوت کمال علمی کا نام ہے کمال عملی کا نام نہیں کسی شخص کا کمال وہ ہوتا ہے جو اس میں ہو دوسروں میں نہ ہو، اگر ہو تو کم ہو۔

اگر نبوت کا کمال عمل ہوتا تو کوئی امتی اعمال میں بظاہر نبی سے نہ بڑھتا۔ ایک نبی کو دوسرے نبی پر فضیلت علم کی وجہ سے ملتی ہے عمل کی وجہ سے نہیں ملتی۔ اگر فضیلت عمل کی وجہ سے ملتی تو حضرت نوح علیہ السلام افضل ہوتے کیونکہ انہوں نے ساڑھے نو سو سال تبلیغ فرمائی ہے۔ حالانکہ حضورﷺ افضل ہیں کیونکہ حضورﷺ کا علم زیادہ ہے۔

وجہ یہ ہے کہ قیامت کے دن اعمال کو تولا جائے گا گنا نہیں جائے گا اعمال میں وزن آئے گا کیفیت یعنی خشوع وتواضع سے اور کسی بھی عمل میں خشوع وتواضع کا مدار عظمت پر ہوتا ہے۔ جتنی عظمت ہو گی خشوع زیادہ ہو گا اور عظمت کی بنیاد معرفت ہے اور معرفت کی بنیاد علم ہے اور آپﷺ کو جو علوم عطا کیے گئے کسی دوسرے کو نہیں عطا ہوئے نتیجہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ پاک کی معرفت زیادہ حاصل نتیجہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب اطہر میں اللہ پاک کی عظمت زیادہ نتیجہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اعمال میں خشوع وتواضع زیادہ نتیجہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اعمال کا وزن زیادہ۔ یہی وجہ ہے کہ آپﷺ کا ایک سجدہ امت کر اربوں سجدوں سے افضل ہے اس لیے کہ آپﷺ کا خشوع امت کے خشوع سے زیادہ ہے اور آپﷺ کو جو معرفت خداوندی حاصل تھی یہ امت میں سے کسی کو حاصل نہیں ہوئی اور معرفت کی بنیاد علم پر ہے تو ثابت ہوا کہ نبوت کمال علمی کا نام ہے۔

قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ (ت 1322ھ)

قطب الاقطاب امام ربانی حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ (ت 1322ھ) کا مختصر تعارف:

آپ کا مکمل نام ونسب اس طرح ہے: مولانا رشید احمد گنگوہی بن مولانا ہدایت احمد بن قاضی پیر بخش۔ آپ کی ولادت 6 ذیقعدہ 1244 ہجری مطابق 1829ء بروز پیر کو سہارنپور کے قصبہ گنگوہ میں ہوئی۔ ابتدائی تعلیم گنگوہ سے حاصل کی بعد ازاں دہلی چلے گئے۔ آپ کے مشہور اساتذہ میں سے مولانا مملوک علیؒ، شاہ عبد الغنیؒ، مولانا محمد تقیؒ، مولانا عنایت صاحب رحمہم اللہ علیہم ہیں اور مشہور تلامذہ میں شیخ الہند محمود حسن، مولانا محمد یحییٰ کاندھلوی، مولانا اشرف علی تھانوی، مولانا حسین علی الوانی رحمھم اللہ شامل ہیں۔

آپ کی تصنیفات میں سے چند مشہور یہ ہیں: ہدایہ الشیعہ، زبدۃ المناسک، سبیل الرشاد، القطوف الدانیہ فی تحقیق الجماعۃ الثانیہ، ہدایۃ المعتدی فی قراءۃ المقتدی، اوثق العری فی تحقیق الجمعۃ فی القریٰ، رد الطغیان فی اوقاف القرآن، الرای النجیح فی عدد رکعات التراویح، الحق الصریح فی اثبات التراویح، اسی نام کا رسالہ حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کا بھی ہے فتاوی احتیاط الظہر، فتاوی میلاد عرس، لطائف رشیدیہ، امداد السلوک فارسی، تصفیہ القلوب اردو ترجمہ ضیاء القلوب، فتاوی رشیدیہ۔

آپ کو خلافت حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمہ اللہ سے تھی۔

آپ کی وفات 9 جمادی الثانی 1323 ہجری بمطابق 11 اگست 1905ء کو ہوئی۔

اعتراض

حضرت گنگوہی رحمہ اللہ پر الزام ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ اللہ جھوٹ بولتا ہے۔(العیاذ باللہ)۔

جواب:

اصل مسئلہ عموم قدرت باری تعالی ہے یعنی اللہ تعالی اپنے وعدے کے خلاف کرنے پر قادر ہے اگرچہ فرمائیں گے نہیں۔

جیسے اللہ کا وعدہ ہے کہ مومنین جنت میں جائیں گے اور اگر اللہ تعالی چاہیں تو سب مومنین کو جہنم میں داخل کر دیں اللہ اس پر قادر ہے اسے عموم قدرت کہتے ہیں لیکن ایسے اللہ کرتے نہیں اسے تنزیہ باری تعالی کہتے ہیں۔ ہم عموم قدرت باری تعالی اور تنزیہ باری تعالی دونوں کے قائل ہیں۔ اہل بدعت نے اس کا عنوان امکان کذب رکھا ہے حالانکہ بات عموم قدرت کی ہے نہ کہ امکان کذب کی۔

تنبیہ:

وقوع کذب سے متعلق قطب الارشاد کی اپنی تحریر ملاحظہ فرمائیں:

ذات پاک حق جل جلالہ کی پاک ومنزہ ہے اس سے کہ متصف بصفت کذب کیا جاوے معاذ اللہ اس کے کلام میں ہرگز ہرگز شائبہ کذب کا نہیں: قال اللہ تعالیٰ و من اصدق من اللہ قیلا. جو شخص حق تعالیٰ کی نسبت یہ عقیدہ رکھے یا زبان سے کہے وہ کذب بولتا ہے، وہ قطعاً کافر ہے، ملعون ہے اور مخالف قرآن وحدیث کا اور اجماع امت کا ہے، وہ ہرگز مومن نہیں۔

(فتاویٰ رشیدیہ ص90)

زبدۃ المحدثین حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمہ اللہ (ت 1346ھ)

آپ کا مکمل نام و نسب یہ ہے: خلیل احمد سہارنپوری بن شاہ مجید علی بن شاہ احمد علی بن شاہ قطب علی بن شاہ غلام محمد بن شرف الدین۔
آپ آخر صفر 1269ھ مطابق دسمبر 1852 عیسوی ضلع نانوتہ سہارنپور میں پیدا ہوئے۔ تعلیم دارالعلوم دیوبند سے اور فراغت مظاہر العلوم سہارنپور سے ہوئی۔ آپ کے مشہور اساتذہ میں مولانا مظہر نانوتوی اور مولانا محمد یعقوب نانوتوی رحمہا اللہ ہیں، آپ کو خلافت علامہ رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ سے تھی اور آپ کی مشہور تصنیفات یہ ہیں: بذل المجہود شرح ابی داود عربی دس جلدیں، براہین قاطعہ فی رد انوار ساطعہ، عطر تصوف ترجمہ اکمام الشیم، اتمام النعم، المہند علی المفند، مطرقۃ الکرامۃ علی مراۃ الامامۃ، ہدایات الرشید الی افحام العنید، تنشیط القاسم فی تحقیق محل الاذان۔
آپ کی وفات 16 ربیع الثانی 1346ھ کو ہوئی۔

ان پر الزام یہ ہے کہ انہوں نے حضور ﷺ کے علم کو شیطان کے علم کے برابر کہا ہے (العیاذ باللہ)۔

جواب:

اصل میں مولوی عبد السمیع رامپوری نے حضور ﷺ کے علم کو شیطان کے علم پر قیاس کیا ہے۔
”ان احادیث سے معلوم ہوا کہ ملک الموت ہر جگہ حاضر ہے بھلا ملک الموت علیہ السلام تو ایک فرشتہ مقرب ہے۔ دیکھو شیطان ہر جگہ موجود ہے۔ در مختار کے مسائل نماز میں لکھا ہے کہ شیطان تمام بنی آدم کے ساتھ رہتا ہے مگر جس کو اللہ نے بچا لیا بعد اس کے لکھا ہے۔ واقدرہ علی ذالك كما اقدر ملك الموت علی نظیر ذالك یعنی اللہ تعالیٰ نے شیطان کو اس بات کی قدرت دے دی ہے جس طرح ملک الموت کو سب جگہ موجود ہونے پر قادر کر دیا... پس اسی طرح سمجھو کہ جب سورج سب جگہ یعنی اقالیم سبعہ میں موجود ہو کہ وہ چوتھے آسمان پر ہے، روحِ نبی صلی اللہ علیہ و سلم جو ساتویں آسمان پر علیین میں موجود ہے اگر وہاں سے آپ کی نظر مبارک کل زمینوں کے چند مواضع و مقامات پر پڑ جائے اور ترشح انوار فیضان احمدی سے کل مجالس مطہرہ کو ہر طرف سے مثل شعاع شمس محیط ہو جائے کیا محال اور کیا بعید ہے“۔

(انوار ساطعہ ص 357)

تو مولانا سہارنپوری رحمہ اللہ نے اس کا جواب دیا جس کا خلاصہ یہ ہے: تمام مسلمان بشمول مصنف شیطان سے افضل ہیں، تو کیا اپنا علم شیطان کے دائرہ کار کے علم سے زائد مانتے ہیں؟ مؤلف کے ایسے جہل پر تعجب بھی ہوتا ہے اور رنج بھی ہوتا ہے کہ ایسی نالائق بات منہ سے نکال کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کو شیطان پر قیاس کیا، یہ کس قدر دوراز علم و عقل ہے۔

آپ کی اصل عبارت پیش خدمت ہے۔

”الحاصل غور کرنا چاہیے کہ شیطان و ملک الموت کا حال دیکھ کر (یعنی ان کو جو بعض جزئیات حادثہ دنیویہ کا علم ہے کہ جن سے ان کا مقصد اغواء اور قبض ارواح ہے۔ وہ ان کو حاصل ہو گیا ہے اور یہ پیدا بھی اسی کے لیے گئے ہیں ان پر قیاس کر کے) علم محیط زمین کا فخر عالم کو خلاف نصوص قطعیہ کے بلا دلیل محض قیاس فاسدہ سے ثابت کرنا شرک نہیں تو کون سا ایمان کا حصہ ہے۔ (یعنی ذاتی علم کو بغیر کسی دلیل کے نبی محترم کیلئے ثابت کرنا شرک نہیں تو کون سا ایمان کا حصہ ہے؟ یعنی ذاتی علم کو بغیر کسی دلیل کے نبی محترم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ثابت کرنا شرک ہی ہے جیسا کہ فاضل بریلوی نے خود ملفوظات ص 317 میں کہا ہے کہ غیر خدا کے لیے کی ایک ذرہ ذاتی علم ماننا کفر ہے۔) شیطان و ملک الموت کو یہ وسعت (کہ ملک الموت کا روحوں کو قبض کرنا اور شیطان کا بھاگ دوڑ کر کے لوگوں کو گمراہ کرنا جس کے لیے وہ پیدا کیے گئے ہیں) نص سے ثابت ہوئی فخر عالم کی وسعت علم کی (یعنی ذاتی علم جو محیط ہو علم زمین پر) کون سے نص قطعی ہے؟

(براہین قاطعہ ص 55)

اس عبارت میں کیا گستاخی ہے؟

1۔ اس میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے علم محیط ذاتی ماننا شرک قرار دیا ہے۔ وہ آپ کو بھی مسلم ہے اور یہ قید ہماری نہیں بلکہ حضرت نے اس بحث کے آخر میں خود لکھی ہے کہ یہ بحث اس صورت میں ہے جب علم ذاتی مانا جائے۔

2۔ آپ علیہ السلام کے علوم عالیہ وکمالیہ کی بات نہیں ہو رہی بلکہ شیطان وملک الموت کے دائرہ کار کی بات ہو رہی ہے۔

3۔ نصوص قطعیہ میں تو ایسے علوم کو سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کے لائق نہیں کہا گیا ہے جیسے شعر گوئی وغیرہ، اس لیے شیطانی سوچ وفکر پر نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کو محیط ماننا نصوص قطعیہ کا رد کرنے کے مترادف ہے۔

4۔ اور مولانا کے یہ الفاظ کہ "یہ وسعت" یہ اس بات پر مشیر ہے کہ اس میں ملک الموت اور شیطان کے دائرہ کار کی بات ہو رہی ہے نہ کہ مطلق اور جمیع علوم کی۔

مزید وضاحت المہند علی المفند سے:

اَلسُّؤَالُ التَّاسِعُ عَشَرَ:

أَ تَرَوْنَ أَنَّ إِبْلِيْسَ اللَّعِيْنَ أَعْلَمُ مِنْ سَيِّدِ الْكَائِنَاتِ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَ أَوْسَعُ عِلْمًا مِنْهُ مُطْلَقًا؟ وَ هَلْ كَتَبْتُمْ ذٰلِكَ فِيْ تَصْنِيْفٍ؟ مَا تَحْكُمُوْنَ عَلٰى مَنِ اعْتَقَدَ ذٰلِكَ؟

انیسواں سوال:

کیا آپ کا یہ نظریہ ہے کہ شیطان لعین کا علم سید الکائنات علیہ السلام کے علم سے زیادہ اور مطلقاً وسیع تر ہے؟ کیا آپ نے یہ نظریہ اپنی کسی تصنیف میں لکھا ہے؟ اور جس شخص کا یہ عقیدہ ہو آپ کے نزدیک اس کا حکم کیا ہے؟

اَلْجَوَابُ:

قَدْ سَبَقَ مِنَّا تَحْرِيْرُ هٰذِهِ الْمَسْأَلَةِ أَنَّ النَّبِيَّ عَلَيْهِ السَّلَامُ أَعْلَمُ الْخَلْقِ عَلَى الْإِطْلَاقِ بِالْعُلُوْمِ وَ الْحِكَمِ وَ الْأَسْرَارِ وَ غَيْرِهَا مِنْ مَّلَكُوْتِ الْآفَاقِ وَ نَتَيَقَّنُ أَنَّ مَنْ قَالَ: " إِنَّ فُلَانًا أَعْلَمُ مِنَ النَّبِيِّ عَلَيْهِ السَّلَامُ " فَقَدْ كَفَرَ. وَ قَدْ أَفْتٰى مَشَايِخُنَا بِتَكْفِيْرِ مَنْ قَالَ: "إِنَّ إِبْلِيْسَ أَعْلَمُ مِنَ النَّبِيِّ عَلَيْهِ السَّلَامُ" فَكَيْفَ يُمْكِنُ أَنْ تُوْجَدَ هٰذِهِ الْمَسْأَلَةُ فِيْ تَأْلِيْفٍ مِّا مِنْ كُتُبِنَا؟

جواب:

یہ مسئلہ ہم پہلے تحریر کر چکے ہیں کہ نبی علیہ السلام شریعت کے علوم، اس کی حکمتوں اور کائنات کے اَسرار وغیرہ کو تمام مخلوقات سے علی الاطلاق زیادہ جانتے ہیں۔ جو شخص یہ کہے کہ فلاں بندہ نبی علیہ السلام سے بڑا عالم ہے، ہم اس کو بالیقین کافر سمجھتے ہیں اور ہمارے اکابرین اس شخص کے کفر کا فتویٰ دے چکے ہیں جو یہ کہے کہ شیطان لعین کا علم نبی علیہ السلام کے علم سے زیادہ ہے پھر بھلا ایسا عقیدہ ہماری کسی کتاب میں کیسے ہو سکتا ہے؟

غَيْرَ أَنَّهُ غَيْبُوْبَةُ بَعْضِ الْحَوَادِثِ الْجُزْئِيَّةِ الْحَقِيْرَةِ عَنِ النَّبِيِّ عَلَيْهِ السَّلَامُ لِعَدَمِ الْتِفَاتِهٖ إِلَيْهِ لَا تُوْرِثُ نَقْصًا مَّا فِيْ أَعْلَمِيَّتِهٖ عَلَيْهِ السَّلَامُ بَعْدَ مَا ثَبَتَ أَنَّهُ أَعْلَمُ الْخَلْقِ بِالْعُلُوْمِ الشَّرِيْفَةِ اللَّائِقَةِ بِمَنْصَبِهِ الْأَعْلٰى كَمَا لَا يُوْرِثُ الْاِطِّلَاعُ عَلٰى أَكْثَرِ تِلْكَ الْحَوَادِثِ الْحَقِيْرَةِ لِشِدَّةِ الْتِفَاتِ إِبْلِيْسَ إِلَيْهَا شَرَفًا وَّ كَمَالًا عِلْمِيًّا فِيْهِ فَإِنَّهُ لَيْسَ عَلَيْهَا مَدَارُ الْفَضْلِ وَ الْكَمَالِ وَ مِنْ هٰهُنَا لَا يَصِحُّ أَنْ يُّقَالَ: "إِنَّ إِبْلِيْسَ أَعْلَمُ مِنْ سَيِّدِنَا رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ"

ہاں کسی چھوٹے اور معمولی واقعہ کا آپ علیہ السلام سے اس وجہ سے مخفی رہنا کہ آپ نے اس کی طرف توجہ نہیں فرمائی، یہ آپ کے اَعلم ہونے میں ذرہ برابر نقصان دہ نہیں ہو سکتا، جبکہ یہ بات بھی ثابت ہو چکی کہ جو علوم آپ علیہ السلام کے منصب اعلیٰ کے مناسب ہیں ان میں آپ ساری مخلوق

سے بڑے عالم ہیں۔ جس طرح ابلیس کی بہت زیادہ توجہ کی وجہ سے اسے کئی معمولی واقعات کی اطلاع مل جانے سے اسے کوئی فضیلت اور علمی کمال حاصل نہیں ہو سکتا کیونکہ ایسی چیزوں پر فضل و کمال کا مدار نہیں ہے۔ اس وضاحت سے معلوم ہوا کہ یوں کہنا کہ ”شیطان کا علم ہمارے آقا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم سے زیادہ ہے“ ہرگز درست نہیں۔

كَمَا لَا يَصِحُّ أَنْ يُّقَالَ لِصَبِيٍّ عَلِمَ بَعْضَ الْجُزْئِيَّاتِ: "إِنَّهُ أَعْلَمُ مِنْ عَالِمٍ مُّتَبَحِّرٍ مُّحَقِّقٍ فِي الْعُلُوْمِ وَ الْفُنُوْنِ" الَّذِيْ غَابَتْ عَنْهُ تِلْكَ الْجُزْئِيَّاتُ. وَ لَقَدْ تَلَوْنَا عَلَيْكَ قِصَّةَ الْهُدْهُدِ مَعَ سُلَيْمَانَ عَلٰى نَبِيِّنَا وَ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَ قَوْلَهٗ: "أَحَطْتُّ بِمَا لَمْ تُحِطْ بِهٖ" وَ دَوَاوِيْنُ الْحَدِيْثِ وَ دَفَاتِرُ التَّفْسِيْرِ مَشْحُوْنَةٌ بِنَظَائِرِهَا الْمُتَكَاثِرَةِ الْمُشْتَهِرَةِ بَيْنَ الْأَنَامِ وَ قَدِ اتَّفَقَ الْحُكَمَاءُ عَلٰى أَنَّ أَفْلَاطُوْنَ وَ جَالِيْنُوْسَ وَ أَمْثَالَهُمَا مِنْ أَعْلَمِ الْأَطِبَّاءِ بِكَيْفِيَّاتِ الْأَدْوِيَةِ وَأَحْوَالِهَا مَعَ عِلْمِهِمْ أَنَّ دِيْدَانَ النَّجَاسَةِ أَعْرَفُ بِأَحْوَالِ النَّجَاسَةِ وَ ذَوْقِهَا وَ كَيْفِيَّاتِهَا فَلَمْ تَضُرَّ عَدَمُ مَعْرِفَةِ أَفْلَاطُوْنَ وَ جَالِيْنُوْسَ هٰذِهِ الْأَحْوَالَ الرَّدِيَّةَ فِي أَعْلَمِيَّتِهِمَا وَ لَمْ يَرْضَ أَحَدٌ مِّنَ الْعُقَلَاءِ وَ الْحُمْقٰى بِأَنْ يَّقُوْلَ: "إِنَّ الدِّيْدَانَ أَعْلَمُ مِنْ أَفْلَاطُوْنَ مَعَ اَنَّهَا اَوْسَعُ عِلْمًا مِّنْ أَفْلَاطُوْنَ بِأَحْوَالِ النَّجَاسَةِ

[مثال نمبر 1] جس طرح اگر کسی بچے کو کوئی خاص واقعہ معلوم ہو جائے تو یہ کہنا درست نہیں کہ اس بچے کا علم فلاں جید محقق عالم سے زیادہ ہے جس کو تمام علوم وفنون تو معلوم ہیں مگر اس واقعہ کا علم نہیں۔

[مثال نمبر 2] اور ہم ہدہد کا حضرت سلیمان علیہ السلام کے ساتھ پیش آنے والا واقعہ بیان کر چکے ہیں اور اس کی یہ بات بھی کہ ”میں نے ایسی معلومات حاصل کی ہیں جن کا آپ کو علم نہیں ہے“۔ حدیث اور تفسیر کی کتابیں اس قسم کی مثالوں سے بھری پڑی ہیں جو عوام میں بھی بہت مشہور ہیں۔

[مثال نمبر 3] نیز حکماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ افلاطون، جالینوس وغیرہ بڑے طبیب ہیں جنہیں دوائیوں کی کیفیات اور احوال کا بہت زیادہ علم ہے حبکہ حکماء یہ بھی جانتے ہیں کہ نجاست کے کیڑے نجاست کی حالتوں، ذائقوں اور کیفیات سے زیادہ واقف ہیں۔ تو افلاطون اور جالینوس کا اِن بے وقعت احوال سے واقف نہ ہونا ان کے اَعلم ہونے کو کچھ مضر نہیں اور کوئی عقل مند تو درکنار کوئی احمق بھی یہ نہیں کہے گا کہ کیڑوں کا علم افلاطون کے علم سے زیادہ ہے، حالانکہ یہ بات یقینی ہے کہ کیڑوں کو نجاست کے احوال کا علم افلاطون کی بہ نسبت زیادہ ہے۔

وَ مُبْتَدِعَةُ دِيَارِنَا يُثْبِتُوْنَ لِلذَّاتِ الشَّرِيْفَةِ النَّبَوِيَّةِ عَلَيْهَا اَلْفُ اَلفِ تَحِيَّةٍ وَّ سَلَامٍ جَمِيْعَ عُلُوْمِ الْأَسَافِلِ الْأَرَاذِلِ وَ الْأَفَاضِلِ الْأَكَابِرِ قَائِلِيْنَ: إِنَّهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ لَمَّا كَانَ أَفْضَلَ الْخَلْقِ كَافَّةً فَلَا بُدَّ أَنْ يَّحْتَوِيَ عَلٰى عُلُوْمِهِمْ جَمِيْعِهَا كُلِّ جُزْئِيٍّ جُزْئِيٍّ وَ كُلِّيٍّ كُلِّيٍّ" وَ نَحْنُ أَنْكَرْنَا إِثْبَاتَ هٰذَا الْأَمْرِ بِهٰذَا الْقِيَاسِ الْفَاسِدِ بِغَيْرِ نَصٍّ مِّنَ النُّصُوْصِ الْمُعْتَدَّةِ بِهَا أَلَا تَرٰى أَنَّ كُلَّ مُؤْمِنٍ أَفْضَلُ وَ أَشْرَفُ مِنْ إِبْلِيْسَ فَيَلْزَمُ عَلٰى هٰذَا الْقِيَاسِ أَنْ يَكُوْنَ كُلُّ شَخْصٍ مِّنْ آحَادِ الْأُمَّةِ حَاوِيًا عَلٰى عُلُوْمِ إِبْلِيْسَ وَ يَلْزَمُ عَلٰى ذٰلِكَ أَنْ يَكُوْنَ سُلَيْمَانُ عَلَيْهِ السَّلَامُ عَالِمًا بِمَا عَلِمَهُ الْهُدْهُدُ وَ أَنْ يَّكُوْنَ أَفْلَاطُوْنُ وَ جَالِيْنُوْسُ عَارِفِيْنَ بِجَمِيْعِ مَعَارِفِ الدِّيْدَانِ وَاللَّوَازِمُ بَاطِلَةٌ بِأَسْرِهَا كَمَا هُوَ الْمُشَاهَدُ وَ هٰذَا خُلَاصَةُ مَا قُلْنَاهُ فِي الْبَرَاهِيْنِ الْقَاطِعَةِ لِعُرُوْقِ الْأَغْبِيَاءِ الْمَارِقِيْنَ الْقَاصِمَةِ لِأَعْنَاقِ الدَّجَاجِلَةِ الْمُفْتَرِيْنَ.

ہمارے ملک کے اہلِ بدعت نبی کریم علیہ السلام کی ذات بابرکات کے لیے عمدہ و اسفل اور اعلیٰ و ادنیٰ ہر قسم کے علوم ثابت کرتے ہیں اور یوں کہتے ہیں کہ چونکہ آپ علیہ السلام تمام مخلوق سے افضل ہیں اس لیے لازمی بات ہے کہ آپ علیہ السلام کو ساری مخلوق کے علوم چاہے جزئی ہوں یا کلی، معلوم ہوں گے۔ ہم نے اس علمِ کلی و جزئی کے ثبوت کا محض اس وجہ سے انکار کیا کہ اس کی بنیاد محض قیاسِ فاسد پر ہے، کوئی معتبر نص اس پر موجود نہیں۔ ذرا غور فرمایئے! کہ ہر مسلمان شیطان لعین سے افضل و اشرف ہے تو اس قیاس سے لازم آئے گا کہ ہر امتی بھی شیطان کے ہتھکنڈوں سے آگاہ ہو، یہ بھی لازم آئے گا کہ حضرت سلیمان بھی اس واقعہ کو جانتے ہوں جس کا علم ہدہد کو تھا اور یہ کہ افلاطون اور جالینوس بھی ان معلومات سے واقف ہوں جو کیڑوں کو حاصل ہیں۔ غرض یہ سارے لازم باطل ہیں جیسا کہ مشاہدہ سے یہ بات واضح ہے۔ یہ ”براہین قاطعہ“ کی عبارت کا

خلاصہ ہے جس نے کند ذہن بددینوں کی رگیں کاٹ ڈالیں اور دجال وبہتان باز لوگوں کی گردنیں توڑ کر رکھ دیں۔

فَلَمْ يَكُنْ بَحْثُنَا فِيْهِ إِلَّا عَنْ بَعْضِ الْجُزْئِيَّاتِ الْمُسْتَحْدَثَةِ وَمِنْ اَجْلِ ذٰلِكَ أَتَيْنَا فِيْهِ بِلَفْظِ الْإِشَارَةِ حَتّٰى تَدُلَّ أَنَّ الْمَقْصُوْدَ بِالنَّفْيِ وَ الْإِثْبَاتِ هُنَالِكَ تِلْكَ الْجُزْئِيَّاتِ لَا غَيْرَ لٰكِنَّ الْمُفْسِدِيْنَ يُحَرِّفُوْنَ الْكَلَامَ وَلَا يَخَافُوْنَ مُحَاسَبَةَ الْمَلِكِ الْعَلَّامِ وَإِنَّا جَازِمُوْنَ أَنَّ مَنْ قَالَ: "إِنَّ فُلَانًا أَعْلَمُ مِنَ النَّبِيِّ عَلَيْهِ السَّلَامُ" فَهُوَ كَافِرٌ كَمَا صَرَّحَ بِهٖ غَيْرُ وَاحِدٍ مِّنْ عُلَمَآئِنَا الْكِرَامِ وَمَنِ افْتَرٰى عَلَيْنَا بِغَيْرِ مَا ذَكَرْنَاهُ فَعَلَيْهِ بِالْبُرْهَانِ خَائِفًا عَنْ مُنَاقَشَةِ الْمَلِكِ الدَّيَّانِ وَاللّٰهُ عَلٰى مَا نَقُوْلُ وَكِيْلٌ.

چنانچہ براہین قاطعہ میں ہماری بحث صرف بعض جزئی واقعات کے متعلق تھی اس لیے ہم اس میں اشارہ کا لفظ لائے تھے تاکہ معلوم ہو جائے کہ نفی واثبات سے مقصود صرف یہی جزئیات ہیں، دیگر تمام علوم نہیں لیکن مفسدین کی عادت ہے کہ وہ کلام میں تحریف کرتے ہیں اور خداوند تعالیٰ کے سامنے محاسبہ سے نہیں ڈرتے۔ نیز ہمارا پختہ عقیدہ ہے کہ اگر کوئی شخص اس بات کا قائل ہو کہ فلاں شخص کا علم نبی علیہ السلام کے علم سے زیادہ ہے، تو وہ یقیناً کافر ہے جیسا کہ اس کی صراحت ہمارے کئی علماء کرام کر چکے ہیں۔ تو جو شخص ہمارے اس بیان کے خلاف ہم پر بہتان باندھے تو اس پر لازم ہے کہ مالکِ روزِ جزاء سے ڈرتے ہوئے دلیل بھی بیان کرے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے قول پر وکیل ہے۔

حکیم الامت مجدد الملت الشاہ مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ (ت 1362ھ)

حکیم الامت مجدد الملت الشاہ مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ کا مختصر تعارف

آپ کے والد ماجد کا نام شیخ عبد الحق تھا، آپ کی ولادت 5 ربیع الثانی 1280ھ مطابق 19 اگست 1863ء کو تھانہ بھون میں ہوئی۔

ابتدائی تعلیم مولانا فتح محمد رحمہ اللہ سے تھانہ بھون میں حاصل کی، فراغت 1301 ہجری کو دیوبند سے ہوئی۔ آپ کے مشہور اساتذہ میں مولانا یعقوب نانوتویؒ، مولانا قاسم نانوتویؒ، شیخ الہند محمود حسنؒ اور مولانا سید احمد رحمہم اللہ سرفہرست ہیں۔ آپ کو حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ سے خلافت تھی۔ آپ کے خلفاء کی تعداد تقریباً 300 سے زائد ہے جن کے مفصل حالات "بزم اشرف کے چراغ" اور "کاروان تھانوی" میں دیکھے جا سکتے ہیں۔

آپ کی تصنیفات میں مشہور یہ ہیں: تفسیر بیان القرآن، احکام القرآن،، جمال القرآن، اعمال قرآنی، الانتباہات المفیدہ، امداد الفتاوی، بہشتی زیور، نشر الطیب، ارواح ثلاثہ یعنی حکایات اولیاء، حقیقۃ الطریقۃ، اغلاط العوام، المصالح العقلیہ یعنی احکام اسلام عقل کی نظر میں، اصلاح النساء، اصلاح الرسوم، اشرف الجواب، آداب المعاشرت، تحفہ رمضان، خطبات الاحکام، سکون قلب، عملیات و تعویذات کے شرعی احکام، قرآنی علاج، گناہوں کا بدلہ دنیا میں، تحفہ زوجین، اسلامی شادی، تسہیل الواعظ، آداب زندگی، مناجات مقبول وغیرھم۔

16 رجب 1362ھ مطابق 20 جولائی 1943ء کو فوت ہوئے، اور آپ کی نماز جنازہ رأس المحدثین وعمدۃ المحققین مولانا ظفر احمد عثانی رحمہ اللہ (ت 1394ھ) نے پڑھائی، تھانہ بھون کے قبرستان میں آپ مدفون ہیں۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ

اعتراض

ان پہ اعتراض یہ ہے کہ ان کے ہاں حضور ﷺ کا علم بچوں جیسا ہے۔ العیاذ باللہ

جواب

حکیم الامت رحمہ اللہ رحمت کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے علوم مبارکہ کے متعلق بات نہیں کر رہے کہ آپ کو علم تھا یا نہیں؟ اگر تھا تو کتنا تھا؟ بلکہ وہ تو لفظ "عالم الغیب" پر گفتگو کر رہے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے عالم الغیب کا لفظ استعمال نہ کرو اس لئے کہ عالم الغیب ایک اصطلاح ہے جس کا اطلاق ان علوم پہ کیا جاتا ہے جو ذاتی ہوں اور کلی ہوں۔ اب سوال یہ ہے کہ حضور ﷺ کو تمام چیزوں کا علم تھا یا بعض چیزوں کا علم۔ اگر تمام چیزوں کا علم ہے تو نص پیش کرو، نص تو ہے نہیں اگر عالم الغیب کا مطلب بعض چیزوں کا علم لیں تو اس میں حضور ﷺ کی خصوصیت کیسے ہو گی؟ اگر نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو عالم الغیب بعض علم کی وجہ سے کہا جاتا ہے تو پھر تو ہر ایک کو کہنا چاہیے کیونکہ ہر ایک کے پاس کچھ نہ کچھ معلومات ہوتی ہے جو کہ "بعض علم" کہلاتی ہے۔

اس کی مزید وضاحت کے لئے المہند علی المفند کی عبارت پیش خدمت ہے۔

اَلسُّؤَالُ الْعِشْرُوْنَ:

أَ تَعْتَقِدُوْنَ أَنَّ عِلْمَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ يُسَاوِيْ عِلْمَ زَيْدٍ وَ بَكْرٍ وَ بَهَائِمَ أَمْ تَتَبَرَّؤُوْنَ عَنْ أَمْثَالِ هٰذَا؟ وَ هَلْ كَتَبَ الشَّيْخُ اَشْرَفُ عَلِيِ التَّهَانَوِيُّ فِيْ رِسَالَتِهٖ "حِفْظِ الْإِيْمَانِ" هٰذَا الْمَضْمُوْنَ أَمْ لَا؟ وَبِمَ تَحْكُمُوْنَ عَلٰى مَنِ اعْتَقَدَ ذٰلِكَ؟

بیسواں سوال:

کیا آپ کا یہ عقیدہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا علم زید، بکر اور چوپاؤں کے علم کے برابر ہے؟ یا اس قسم کے غلط نظریات سے آپ بری ہیں؟ اور کیا شیخ اشرف علی تھانوی نے اپنے رسالہ "حفظ الایمان" میں یہ مضمون لکھا ہے یا نہیں؟ اور جو شخص یہ عقیدہ رکھے آپ کے نزدیک اس کا کیا حکم ہے؟

اَلْجَوَابُ:

أَقُوْلُ وَ هٰذَا أَيْضًا مِّنِ افْتِرَاءَاتِ الْمُبْتَدِعِيْنَ وَ أَكَاذِيْبِهِمْ قَدْ حَرَّفُوْا مَعْنَى الْكَلَامِ وَ أَظْهَرُوْا بِحِقْدِهِمْ خِلَافَ مُرَادِ الشَّيْخِ مُدَّ ظِلُّهٗ فَقَاتَلَهُمُ اللهُ أَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ قَالَ الشَّيْخُ الْعَلَّامَةُ التَّهَانَوِيُّ فِيْ رِسَالَتِهِ الْمُسَمَّاةِ بِحِفْظِ الْإِيْمَانِ وَ هِيَ رِسَالَةٌ صَغِيْرَةٌ أَجَابَ فِيْهَا عَنْ ثَلَاثَةٍ سُئِلَ عَنْهَا. اَلْأُوْلٰى مِنْهَا فِي السَّجْدَةِ التَّعْظِيْمِيَّةِ لِلْقُبُوْرِ وَ الثَّانِيَةُ فِي الطَّوَافِ بِالْقُبُوْرِ وَ الثَّالِثَةُ فِيْ إِطْلَاقِ لَفْظِ "عَالِمِ الْغَيْبِ" عَلٰى سَيِّدِنَا رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ.

جواب:

میں کہتا ہوں کہ یہ بات بھی اہل بدعت کا ایک بہتان اور جھوٹ ہے کہ ان لوگوں نے کلام کے معنی بدل ڈالے اور کینہ و بغض کی بناء پر حضرت تھانوی مد ظلہ کی مراد کے خلاف ظاہر کیا۔ اللہ ان لوگوں کو ہلاک کرے، یہ کہاں پلٹے جا رہے ہیں! اصل بات یہ ہے کہ شیخ علامہ تھانوی نے ایک چھوٹے سے رسالہ "حفظ الایمان" میں تین سوالوں کے جوابات دیے ہیں جو آپ سے پوچھے گئے تھے: پہلا سوال قبروں کو سجدہ تعظیمی کرنے سے متعلق تھا، دوسرا سوال قبروں کا طواف کرنے سے متعلق تھا اور تیسرا سوال یہ تھا کہ سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کو "عالم الغیب" کہنا جائز ہے یا نہیں؟

فَقَالَ الشَّيْخُ مَا حَاصِلُهٗ: إِنَّهٗ لَا يَجُوْزُ هٰذَا الْإِطْلَاقُ- وَ إِنْ كَانَ بِتَأْوِيْلٍ- لِكَوْنِهٖ مُوْهِمًا بِالشِّرْكِ كَمَا مُنِعَ مِنْ إِطْلَاقِ قَوْلِهِمْ "رَاعِنَا" فِي الْقُرْآنِ وَ مِنْ قَوْلِهِمْ "عَبْدِيْ" وَ "اَمَتِيْ" فِي الْحَدِيْثِ - أَخْرَجَهٗ مُسْلِمٌ فِيْ صَحِيْحِهٖ- فَإِنَّ الْغَيْبَ الْمُطْلَقَ فِي الْإِطْلَاقَاتِ الشَّرْعِيَّةِ مَا لَمْ يَقُمْ عَلَيْهِ دَلِيْلٌ وَّ لَا إِلٰى دَرْكِهٖ وَسِيْلَةٌ وَّ سَبِيْلٌ فَعَلٰى هٰذَا قَالَ اللهُ تَعَالٰى: ﴿قُلْ لَا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ

وَ الْأَرْضِ الْغَيْبَ إِلَّا اللهُ﴾1 ﴿وَلَوْ كُنْتُ أَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ﴾2 وَ غَيْرَ ذٰلِكَ مِنَ الْآيَاتِ

شیخ تھانوی کے جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ "عالم الغیب" کہنا جائز نہیں گو تاویل ہی سے کیوں نہ ہو کیونکہ اس میں شرک کا وہم ہوتا ہے جیسا کہ اسی وہم کی وجہ سے قرآن کریم میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو "رَاعِنَا" کہنے سے اور صحیح مسلم کی حدیث میں غلام اور باندی کو "عَبْدِیْ" اور "اَمَتِیْ" کہنے سے منع کیا گیا ہے۔ اصل میں بات یہ ہے کہ اصطلاحِ شریعت میں مطلق غیب وہی ہوتا ہے جس پہ کوئی دلیل نہ ہو اور وہ بغیر کسی واسطہ و وسیلہ کے حاصل ہو۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: "اے پیغمبر! کہہ دو کہ اللہ کے سوا آسمانوں اور زمین میں کسی کو بھی غیب کا علم نہیں ہے" نیز ارشاد ہے کہ: "اگر مجھے غیب کا علم ہوتا تو میں خوب بھلائیاں جمع کر لیتا۔" اس کے علاوہ اور کئی آیات موجود ہیں۔

وَ لَوْ جُوِّزَ ذٰلِكَ بِتَأْوِيْلٍ يَلْزَمُ أَنْ يُّجَوَّزَ إِطْلَاقُ الْخَالِقِ وَالرَّازِقِ وَ الْمَالِكِ وَ الْمَعْبُوْدِ وَ غَيْرِهَا مِنْ صِفَاتِ اللهِ تَعَالٰى الْمُخْتَصَّةِ بِذَاتِهٖ تَعَالٰى وَ تَقَدَّسَ عَلَى الْمَخْلُوْقِ بِذٰلِكَ التَّأْوِيْلِ وَ أَيْضًا يَلْزَمُ عَلَيْهِ أَنْ يَصِحَّ نَفْيُ إِطْلَاقِ لَفْظِ "عَالِمِ الْغَيْبِ" عَنِ اللهِ تَعَالٰى بِالتَّأْوِيْلِ الْآخَرِ فَإِنَّهٗ تَعَالٰى لَيْسَ عَالِمَ الْغَيْبِ بِالْوَاسِطَةِ وَ الْعَرَضِ. فَهَلْ يَأْذَنُ فِيْ نَفْيِهٖ عَاقِلٌ مُّتَدَيِّنٌ حَاشَا وَ كَلَّا۔

نیز اگر کسی تاویل کے ذریعے آپ علیہ السلام کو عالم الغیب کہنا جائز سمجھا جائے تو لازم آئے گا کہ اللہ تعالیٰ کی صفاتِ مخصوصہ مثلاً خالق، رازق، مالک، معبود وغیرہ کا اطلاق بھی اسی تاویل کے ذریعے مخلوق پر صحیح ہو۔ نیز لازم آتا ہے کہ دوسری تاویل کی وجہ سے اللہ تعالیٰ سے عالم الغیب ہونے کی نفی کرنا درست ہو اور وہ تاویل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ بالواسطہ اور بالعرض عالم الغیب نہیں۔ تو کیا کوئی عقلمند دیندار شخص اس تاویل کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے عالم الغیب ہونے کی نفی کو جائز کہہ سکتا ہے؟ اللہ کی پناہ، ہر گز نہیں۔

ثُمَّ لَوْ صَحَّ هٰذَا الْإِطْلَاقُ عَلٰى ذَاتِهِ الْمُقَدَّسَةِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ عَلٰى قَوْلِ السَّائِلِ فَنَسْتَفْسِرُ مِنْهُ: مَاذَا أَرَادَ بِهٰذَا الْغَيْبِ؟ هَلْ أَرَادَ كُلَّ وَاحِدٍ مِنْ أَفْرَادِ الْغَيْبِ أَوْ بَعْضَهٗ أَيَّ بَعْضٍ كَانَ فَإِنْ أَرَادَ بَعْضَ الْغُيُوْبِ فَلَا اخْتِصَاصَ لَهٗ بِحَضْرَةِ الرِّسَالَةِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ فَإِنَّ عِلْمَ بَعْضِ الْغُيُوْبِ- وَإِنْ كَانَ قَلِيْلًا- حَاصِلٌ لِزَيْدٍ وَ عَمْرٍو بَلْ لِكُلِّ صَبِيٍّ وَ مَجْنُوْنٍ بَلْ لِجَمِيْعِ الْحَيْوَانَاتِ وَ الْبَهَائِمِ لِأَنَّ كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمْ يَعْلَمُ شَيْئًا لَّا يَعْلَمُ الْآخَرُ وَ يَخْفٰى عَلَيْهِ فَلَوْ جَوَّزَ السَّائِلُ إِطْلَاقَ عَالِمِ الْغَيْبِ عَلٰى أَحَدٍ لِعِلْمِهٖ بَعْضَ الْغُيُوْبِ يَلْزَمُ عَلَيْهِ اَنْ يُّجَوِّزَ إِطْلَاقَهٗ عَلٰى سَائِرِ الْمَذْكُوْرَاتِ وَلَوِ الْتَزَمَ ذٰلِكَ لَمْ يَبْقَ مِنْ كَمَالَاتِ النُّبُوَّةِ لِأَنَّهٗ يَشْرُكُ فِيْهِ سَائِرُهُمْ وَ لَوْ لَمْ يَلْتَزِمْ طُوْلِبَ بِالْفَارِقِ وَلَنْ يَّجِدَ إِلَيْهِ سَبِيْلًا اِنْتَهٰى كَلَامُ الشَّيْخِ التَّهَانَوِيْ۔

پھر یہ کہ اگر بقولِ سائل حضور علیہ السلام کو عالم الغیب کہنا درست ہے تو ہمارا اس سے سوال یہ ہے کہ اس غیب سے آپ کی مراد کیا ہے؟ یعنی غیب کی ہر ہر چیز کا علم یا بعض مغیبات کا علم چاہے وہ جو بھی ہوں۔ اگر بعض غیب مراد ہو تو اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت تو باقی نہ رہی کیونکہ بعض غیب کا علم اگرچہ تھوڑا ہی کیوں نہ ہو زید، عمرو بلکہ ہر بچے اور دیوانے بلکہ تمام حیوانات اور چوپاؤں کو بھی حاصل ہے کیونکہ ہر شخص کو کسی نہ کسی ایسی بات کا علم ہے جو دوسروں کو معلوم نہیں ہوتی۔ تو اگر سائل کے نزدیک بعض غیب جاننے کی وجہ سے کسی کو عالم الغیب کہنا جائز ہے تو لازم آتا ہے کہ وہ مذکورہ بالا تمام چیزوں پر عالم الغیب کے اطلاق کو جائز قرار دے۔ اور اگر سائل اس اطلاق کو درست سمجھتا ہے تو پھر "عالم الغیب" ہونا حضور علیہ السلام کے کمالاتِ نبوت میں سے نہ رہے گا کیونکہ اس صفت میں سب شریک ہو جائیں گے اور اگر سائل اس اطلاق کو درست نہیں سمجھتا تو پوچھا جائے گا کہ اس فرق کی کیا وجہ ہے؟ یقیناً سائل کبھی بھی وجہ فرق بیان نہ کر سکے گا۔ شیخ تھانوی کا کلام مکمل ہوا۔

فَانْظُرُوْا - يَرْحَمُكُمُ اللهُ- فِيْ كَلَامِ الشَّيْخِ لَنْ تَجِدُوْا مِمَّا كَذَبَ الْمُبْتَدِعُوْنَ مِنْ أَثَرٍ فَحَاشَا أَنْ يَّدَّعِيَ أَحَدٌ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ الْمُسَاوَاةَ بَيْنَ عِلْمِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ وَ عِلْمِ زَيْدٍ وَّ بَكْرٍ وَّ بَهَائِمَ بَلِ الشَّيْخُ يَحْكُمُ بِطَرِيْقِ الْإِلْزَامِ عَلٰى مَنْ يَّدَّعِيْ جَوَازَ

إِطْلَاقِ عَالِمِ الْغَيْبِ عَلٰى رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ لِعِلْمِهٖ بَعْضَ الْغُيُوْبِ أَنَّهٗ يَلْزَمُ عَلَيْهِ أَنْ يُّجَوِّزَ إِطْلَاقَهٗ عَلٰى جَمِيْعِ النَّاسِ وَ الْبَهَائِمِ.

محترم قارئین!-اللہ آپ پر رحم کرے- آپ شیخ تھانوی کا کلام ملاحظہ فرمائیں، اس میں اہلِ بدعت کے جھوٹ کا نشان تک آپ کو نہ ملے گا-اللہ کی پناہ- یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ کوئی مسلمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کو زید، بکر اور چوپاؤں کے علم کے برابر سمجھے بلکہ شیخ تھانوی تو الزامی طور پہ فرمارہے ہیں کہ جو آدمی بعض غیب جاننے کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو عالم الغیب کہنا جائز سمجھتا ہے تو اس پر لازم آتا ہے کہ وہ تمام انسانوں اور چوپاؤں کو عالم الغیب کہنا بھی جائز سمجھے۔

فَأَيْنَ هٰذَا مِنْ مُّسَاوَاةِ الْعِلْمِ الَّتِي يَفْتَرُوْنَهَا عَلَيْهِ فَلَعْنَةُ اللهِ عَلَى الْكَاذِبِيْنَ وَ نَتَيَقَّنُ بِأَنَّ مُعْتَقِدَ مُسَاوَاةِ عِلْمِ النَّبِيِّ عَلَيْهِ السَّلَامُ مَعَ زَيْدٍ وَّ بَكْرٍ وَّ بَهَائِمَ وَ مَجَانِيْنَ كَافِرٌ قَطْعًا وَّ حَاشَا الشَّيْخِ دَامَ مَجْدُهٗ أَنْ يَّتَفَوَّهَ بِهٰذَا وَ إِنَّهٗ لَمِنْ عَجَبِ الْعَجَائِبِ.

کہاں یہ اصل حقیقت اور کہاں وہ علمی برابری جس کا بہتان اہلِ بدعت نے حضرت تھانوی پر باندھا ہے، جھوٹوں پر خدا کی لعنت ہو۔ ہمارا تو پختہ یقین ہے کہ جو شخص حضور علیہ السلام کے علم کو زید، بکر، چوپاؤں اور مجنونوں کے علم کے برابر سمجھے وہ قطعی طور پر کافر ہے۔ خدا کی پناہ کہ شیخ تھانوی دام مجدہ ایسی بے ہودہ بات فرمائیں۔ یہ تو بڑی ہی عجیب بات ہے۔

(اکابر علماء دیوبند رحمہم اللہ تعالیٰ کے خوابوں پر اعتراضات کے جوابات)

اکابر علماء دیوبند رحمہم اللہ تعالیٰ کے خوابوں پہ عموماً اہل بدعت اعتراض کرتے ہیں تو اس کے متعلق چند اصولی باتیں ذہن نشیں فرمالیں:

اصول نمبر 1:

خواب کی ایک صورت ہوتی ہے اور ایک اس کی حقیقت ہوتی ہے جس کو تعبیر کہتے ہیں کبھی ایسا ہوتا ہے کہ خواب بظاہر بڑا اچھا ہوتا ہے لیکن اس کی تعبیر انتہائی بھیانک اور خوفناک ہوتی ہے، اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ خواب بظاہر بڑا خوفناک ہوتا ہے لیکن اس کی تعبیر انتہائی مبارک اور اچھی ہوتی ہے اور تعبیر سامنے آنے کے بعد خواب دیکھنے والے کی خوشی کی کوئی انتہاء نہیں رہتی۔

اس اصول پر بطور دلیل کے تین واقعات پیش کئے جاتے ہیں:

پہلا واقعہ:

عَنْ أُمِّ الْفَضْلِ بِنْتِ الْحَارِثِ أَنَّهَا دَخَلَتْ عَلٰى رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ: يَا رَسُوْلَ اللهِ إِنِّي رَأَيْتُ حُلْمًا مُنْكَرًا اللَّيْلَةَ. قَالَ: وَمَا هُوَ؟ قَالَتْ: إِنَّهٗ شَدِيْدٌ قَالَ: وَمَا هُوَ؟ قَالَتْ: رَأَيْتُ كَأَنَّ قِطْعَةً مِّنْ جَسَدِكَ قُطِعَتْ وَوُضِعَتْ فِي حِجْرِي. فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ «رَأَيْتِ خَيْرًا تَلِدُ فَاطِمَةُ إِنْ شَاءَ اللهُ غُلَامًا يَكُوْنُ فِي حِجْرِكِ. فَوَلَدَتْ فَاطِمَةُ الْحُسَيْنَ فَكَانَ فِي حِجْرِي كَمَا قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَدَخَلْتُ يَوْمًا عَلٰى رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوَضَعْتُهٗ فِيْ حِجْرِهٖ الخ

(مشکوۃ: ج:2 ص:572،، رقم الحدیث:6158)

ترجمہ: حضرت ام فضل بنت حارث سے جو حضرت عباس کی زوجہ اور آنحضرت ﷺ کی چچی ہیں روایت ہے کہ وہ ایک روز رسول کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر بولیں کہ یا رسول اللہ ﷺ آج کی رات میں نے ایک ڈراؤنا خواب دیکھا ہے نہ تو میں اس کو بیان کرنا پسند کرتی ہوں اور نہ آپ اس کو سن کر پسند کریں گے (آنحضرت ﷺ نے فرمایا) مجھ کو سناؤ تو سہی آخر وہ کیا ہے، ام فضل نے کہا میں نے دیکھا کہ گویا آپ کے جسم مبارک سے ایک ٹکڑا کاٹا گیا ہے اور میری گود میں رکھ دیا گیا ہے۔

یہ سن کر رسول کریم ﷺ نے فرمایا تم نے تو بہت اچھا اور مبارک خواب دیکھا ہے،اس کی تعبیر یہ ہے کہ انشاء اللہ فاطمہ کے ہاں لڑکا پیدا ہو گا اور اس لڑکے کو تمہاری گود میں دیا جائے گا کیونکہ خاندان کی عورتوں میں تمہارا ہی رشتہ بڑا ہے اور تم اس لڑکے کی زیادہ بہتر طور پر تربیت کر سکو گی چنانچہ فاطمہ رضی اللہ عنھا کے ہاں لڑکا حسین پیدا ہوئے اور جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا اس لڑکے کو میری گود میں دیا گیا۔ پھر ایک دن میں رسول اللہ ﷺ کے پاس گئی اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو آپ کی گود میں دیا۔

غور کیجئے بظاہر کس قدر خوفناک خواب تھا کہ حضرت ام الفضل اسے بتلانے سے بھی گھبرا رہی تھیں مگر اس کی تعبیر کس قدر مبارک تھی۔

فائدہ: حدیث کا اگلا حصہ بطور تتمہ کے ذکر کیا جاتا ہے:

ثُمَّ كَانَتْ مِنِّي الْتِفَاتَةٌ فَإِذَا عَيْنَا رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تُهْرِيقَانِ الدُّمُوعَ قَالَتْ :فَقُلْتُ :يَا نَبِيَّ اللّٰهِ بِأَبِي أَنْتَ وَأُمِّي مَالَكَ؟ قَالَ: أَتَانِي جِبْرِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَأَخْبَرَنِي أَنَّ أُمَّتِي سَتَقْتُلُ ابْنِي هَذَا فَقُلْتُ :هَذَا؟ قَالَ :نَعَمْ وَأَتَانِي بِتُرْبَةٍ مِّنْ تُرْبَتِهِ حَمْرَاءَ

ترجمہ: حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو آپ کی گود میں دے کر ذرا دوسری طرف متوجہ ہوگئی اور پھر مڑ کر میں نے جو آپ ﷺ کی طرف نظر اٹھائی تو دیکھتی ہوں کہ رسول اللہ ﷺ کی آنکھوں میں آنسو جاری ہیں، ام فضل کہتی ہیں میں نے گھبرا کر پوچھا اے اللہ کے نبی! میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان، آپ ﷺ کو کیا ہوا جو رو رہے ہیں،تو آپ ﷺ نے فرمایا: ابھی میرے پاس جبرائیل علیہ السلام آئے تھے انہوں نے مجھے بتایا کہ میری امت یعنی مسلمانوں ہی میں سے بعض لوگوں کی جماعت میرے اس بیٹے کو نہایت ظالمانہ طریقے سے عنقریب قتل کر دے گی، میں نے بڑی حیرت سے پوچھا کیا اس بیٹے کو؟ آپ ﷺ نے فرمایا:ہاں اسی بیٹے کو بلکہ جبرائیل تو میرے پاس اس خاک زمین سے کچھ مٹی بھی لے کر آئے تھے جہاں میرے اس جگر پارے کا خون بہایا جائے گا اور وہ مٹی سرخ تھی۔

دوسرا واقعہ:

حضرت امام اعظم ابو حنیفہ نعمان بن ثابت الکوفی رحمہ اللہ (ت150ھ) کا خواب ہے۔

جسے امام ابو بکر احمد بن علی بن ثابت بن احمد بن مھدی البغدادی، المعروف بالخطیب رحمہ اللہ (المتوفی 463ھ) نے نقل کیا ہے۔

قَالَ أَبُوْ حَنِيْفَةَ :رَأَيتُ رُؤْيَا أَفْزَعَتْنِي، حَتّٰى رَأَيتُ كَأَنِّي أَنْبُشُ قَبْرَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَتَيْتُ الْبَصْرَةَ فَأَمَرْتُ رَجُلًا يَسْأَلُ مُحَمَّدَ بْنَ سِيْرِيْنَ، فَسَأَلَهُ، فَقَالَ :هٰذَا الرَّجُلُ يَنْبُشُ أَخْبَارَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

(تاریخ بغداد:ج:13، صفحہ:335)

ترجمہ: امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک ایسا خواب دیکھا کہ جس نے مجھے خوفزدہ کردیا، میں نے دیکھا گویا کہ میں نبی علیہ الصلوۃ والسلام کی قبر مبارک کو کرید رہا ہوں، میں بصرہ گیا اور ایک شخص کو محمد بن سیرین کے پاس (خواب کی تعبیر) پوچھنے کیلئے بھیجا، اس کے تعبیر پوچھنے پر امام محمد بن سیرین نے فرمایا کہ یہ خواب دیکھنے والا شخص نبی علیہ السلام کی احادیث کی تحقیق اور جستجو کا کام کرے گا۔

چنانچہ جس طرح امام محمد بن سیرین رحمہ اللہ نے فرمایا تھا یہ تعبیر حرف با حرف پوری ہوئی اور اللہ تعالی نے آپ سے تدوین فقہ کا کام لیا۔

یہاں پہ بھی بظاہر کس قدر برا خواب تھا مگر اس کی تعبیر کس قدر مبارک تھی۔

تیسرا واقعہ:

امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل البخاری رحمہ اللہ (ت256ھ) کا خواب:

حافظ ابو الفضل شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی الشافعی رحمہ اللہ (ت852ھ) لکھتے ہیں:

عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سُلَيْمَانَ بْنِ فَارِسٍ قَالَ سَمِعْتُ الْبُخَارِيَّ يَقُوْلُ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَأَنَّنِيْ وَاقِفٌ بَيْنَ يَدَيْهِ وَبِيَدِيْ مِرْوَحَةٌ أَذُبُّ بِهَا عَنْهُ فَسَأَلْتُ بَعْضَ الْمُعَبِّرِيْنَ فَقَالَ لِيْ أنت تَذُبُّ عَنْهُ الْكِذْبَ فَهُوَ الَّذِيْ حَمَلَنِيْ عَلٰى إِخْرَاجِ الْجَامِعِ الصَّحِيْحِ

(ہدی الساری لابن حجر: ص:9، مقدمہ بخاری: ص:4)

ترجمہ: محمد بن سلیمان بن فارس سے منقول ہے فرماتے ہیں کہ میں نے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ میں (نے خواب میں دیکھا) گویا میں آپ علیہ السلام کے سامنے کھڑا ہوں اور میرے ہاتھ میں پنکھا ہے، جس سے میں آپ علیہ السلام کے اوپر سے مکھیاں اڑا رہا ہوں، چنانچہ میں نے کسی تعبیر بتانے والے سے تعبیر پوچھی تو اس نے مجھے بتایا کہ آپ ان سے جھوٹ کو دور کر رہے ہیں، بس یہی بات ہے جس نے مجھے صحیح بخاری کے لکھنے پر ابھارا۔

بظاہر یہ خواب کہ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم مبارک سے مکھیاں اڑانا نامناسب خواب ہے کیونکہ نبی علیہ السلام کے جسم مبارک پہ مکھیاں نہیں بیٹھتیں لیکن اس کی تعبیر کس قدر خوشنما ہے اور یہی تعبیر صحیح بخاری کی وجہ تصنیف ہے۔

اصول نمبر2:

خواب نیند کی حالت میں دیکھا جاتا ہے، اور نیند کی حالت میں صادر ہونے والے اقوال و افعال کا کوئی اعتبار نہیں ہے، جیسا کہ احادیث میں ہے:

1: عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: رُفِعَ الْقَلَمُ عَنْ ثَلَاثَةٍ عَنِ النَّائِمِ حَتّٰى يَسْتَيْقَظَ وَالْمَعْتُوْهِ حَتّٰى يُفِيْقَ وَالصَّبِيِّ حَتّٰى يَعْقِلَ

(المعجم الکبیر طبرانی: رقم الحدیث:10510)

ترجمہ: تین آدمی مرفوع القلم ہیں سونے والا جب تک بیدار نہ ہو اور مجنون جب تک اسے جنون سے افاقہ نہ ہو، اور بچہ جب تک بالغ نہ ہو جائے۔

2: عن أبي قتادة قال ذكروا للنبي صلى الله عليه و سلم نومهم عن الصلاة ؛ فقال إنه لَيْسَ فِي النَّوْمِ تَفْرِيْطٌ وَإِنَّمَا التَّفْرِيْطُ فِي الْيَقْظَةِ

(سنن ترمذی: ج:1، ص:251، رقم الحدیث:117)

ترجمہ: حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ بعض صحابہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا بسا اوقات نیند کی وجہ سے نماز رہ جاتی ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نیند کی حالت میں کوئی کوتاہی نہیں ہے بلکہ کوتاہی اور جرم تو بیداری کی حالت میں ہے۔

اصول نمبر3:

فقہاء کرام کا بھی اصول یہی ہے کہ حالت نیند میں کوئی شرعی حکم نافذ نہیں ہوتا۔

علامہ محمد امین بن عمر بن عبد العزیز بن احمد ابن عابدین شامی (ت1252ھ) فرماتے ہیں:

فَهٰذَا صَرِيْحٌ فِيْ أَنَّ كَلَامَ النَّائِمِ لَا يُسَمّٰى كَلَاماً لُغَةً وَلَا شَرْعاً بِمَنْزِلَةِ الْمُهْمَلِ

(فتاویٰ شامی: ج:2، ص:588، مطلب فی طلاق المدہوش)

ترجمہ: یہ بات صریح ہے کہ سونے والے کا کلام بمنزلہ لغو ہے لہذا لغت اور شریعت کی رو سے اسے کلام نہیں کہا جا سکتا۔

اعتراف حقیقت:

اہل بدعت کے اصولوں کے مطابق بھی خواب پر کسی قسم کا کوئی اعتراض کرنا درست نہیں ہے چنانچہ اس پر تصریحات ملاحظہ ہوں:

1: جناب مولوی طاہر القادری صاحب لکھتے ہیں:

یہ بات خاص طور پر ذہن نشین رہنی چاہیے کہ خواب اور اس کی تعبیر میں فرق ہوتا ہے اس لیے خواب میں کچھ دیکھا جاتا ہے اور وہ تعبیر طلب ہوتا ہے خواہ حضور ﷺ کا ارشاد گرامی یا کوئی اور نظارہ اس سے بعینہ وہی مراد نہیں ہوتا بلکہ اس کا معنی مرادی اور ہوتا ہے اس لئے خواب میں نظر آنے والے منظر یا سنے جانے والے الفاظ کی ہمیشہ تاویل کی جاتی ہے جس کو اصطلاح میں تعبیر کہا جاتا ہے۔ اس لئے خواب میں جو کلمات ارشاد ہوں یا نظارہ کیا جائے اہل امانت و دیانت اس کی تعبیر کرتے ہیں ظاہری کلمات اور نظارہ کی بناء پر کبھی کسی نے گستاخی یا بے ادبی کے فتوے نہیں لگائے۔

(خوابوں اور بشارتوں پر اعتراضات کا علمی محاکمہ: ص:59، منہاج القرآن پبلیکیشنز لاہور)

2: مولوی عبد الکلیم صدیق فانی صاحب لکھتے ہیں:

عالم رؤیا کے حالات واقعات پر شریعت کے احکامات نافذ نہیں ہوتے۔

(آئینہ اہلسنت: ص:159)

3: مفتی غلام فرید ہزاروی صاحب (ممبر صوبائی اسمبلی و مہتمم جامعہ فاروقیہ گوجرانوالہ) لکھتے ہیں:

محض خوابوں کو خصوصا مریدین یا خلفاء کے خوابوں اور انھیں کی تعبیرات کی بنیاد پر کسی پر کفر کا فتویٰ لگانا کہاں کی عقلمندی ہے۔

(انوار رضا کا اخوندزادہ نمبر: ص:244)

ان بنیادی اصولوں کے بعد اکابر علماء دیوبند رحمہم اللہ کے چند خواب جن پہ اعتراض کیے جاتے ہیں ان کو بمع اجوبہ نقل کیا جاتا ہے۔

خواب نمبر 1:

سلطان القلم مولانا مناظر احسن گیلانی رحمہ اللہ (ت 1375ھ) حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی (ت1297ھ) کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں:

بانئ دیوبند مولوی قاسم نانوتوی رحمہ اللہ نے ایام طفلی میں خواب میں دیکھا تھا کہ "میں اللہ تعالی کی گود میں بیٹھا ہوا ہوں"۔

(سوانح قاسمی: جلد:1، ص:132)

اس پہ اعتراض یہ ہے کہ اس میں اللہ تعالی کی توہین ہے۔

جواب:1

یہ خواب ہے اور خواب سے عقائد و اعمال کا ثبوت نہیں ہوتا۔

جواب:2

اگر کوئی خواب میں اللہ تعالی کو دیکھے تو معبرین کے ہاں اس کی تعبیر انتہائی مبارک ہوتی ہے۔

مشہور معبر علامہ عبد الغنی بن اسماعیل بن عبد الغنی نابلسی رحمہم اللہ (ت 1143ھ) نے لکھا ہے:

وَمَنْ رَاٰی اَنَّہٗ یُعَانِقُہٗ اَوْ یُقَبِّلُ عُضْواً مِّنْ اَعْضَائِہٖ فَازَ بِالْاَجْرِ الَّذِیْ یَطْلُبُہٗ

(تعطیر الانام فی تعبیر المنام: جلد: 1، ص: 9)

ترجمہ: اگر کسی نے خواب میں دیکھا کہ وہ اللہ تعالی سے معانقہ کر رہا ہے یا اللہ کے اعضاء میں سے کسی عضو کو بوسہ دے رہا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ وہ جس کام میں لگا ہے اس میں کامیاب ہو گا۔

علامہ عبد الغنی بن اسماعیل بن عبد الغنی نابلسی رحمہم اللہ مزید (ت 1143ھ) لکھتے ہیں:

وَمَنْ رَاٰی کَاَنَّہٗ صَارَ الْحَقَّ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی اِھْتَدٰی اِلَی الصِّرَاطِ الْمُسْتَقِیْمِ

(تعطیر الانام فی تعبیر المنام: ج: 1، ص: 9)

ترجمہ: اگر کوئی شخص خود کو خواب میں خدا بنا ہوا دیکھے تو تعبیر یہ ہے کہ وہ صراط مستقیم پہ چلے گا۔

چنانچہ ایسے ہی ہوا اور مولانا قاسم نانوتوی کی مراد بھی پوری ہوئی کہ وہ دین کے کاموں میں مشغول ہوئے اور اس میں اللہ تعالی نے انھیں کامیابی عطاء فرمائی اور ان کا فیض چار دانگ عالم میں پھیلا اور انہوں نے اور ان کے شاگردوں نے جو دین متین کی خدمت کی وہ کسی سے مخفی نہیں ہے۔

فائدہ: علامہ عبد الغنی بن اسماعیل بن عبد الغنی نابلسی رحمہم اللہ (1143ھ) کو جناب احمد رضا خان صاحب "عارف باللہ سید عبد الغنی" لکھا ہے۔

(فتاویٰ رضویہ، ج26، ص527)

اور اس خواب کی تعبیر سوانح قاسمی ہی میں ان الفاظ میں مذکور ہے:

"تم کو اللہ تعالیٰ علم عطا فرمائے گا اور بہت بڑے عالم ہو گے اور نہایت شہرت ہو گی"۔

(سوانحِ قاسمی: ج: 1 ص: 132)

خواب نمبر: 2

عبارت:

محدّثِ عظیم مولانا عاشق الٰہی صاحب بلند شہری رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

ایک بار ارشاد فرمایا کہ میں (رشید احمد گنگوہی) نے ایک بار خواب دیکھا تھا کہ مولوی محمد قاسم صاحب عروس کی صورت میں ہیں اور میرا ان سے نکاح ہوا ہے سو جس طرح زن و شوہر میں ایک کو دوسرے سے فائدہ پہنچتا ہے اسی طرح مجھے ان سے اور انہیں مجھ سے فائدہ پہنچتا ہے۔

(تذکرۃ الرشید: ج: 2، ص: 289، ادارہ اسلامیات لاہور)

اس پہ طنزیہ طور پر یہ اعتراض کیا جاتا ہے "**قطب العالم دیوبند گنگوہی دولہا اور داڑھی والی دلہن نانوتوی بانیٔ دار العلوم دیوبند**"۔

جواب نمبر 1:

یہ خواب ہے اور خواب سے عقائد و اعمال کا ثبوت نہیں ہوتا، نہ ہی خواب کی بنیاد پہ فتوی لگایا جاتا ہے۔

جواب نمبر 2:

اس جیسے خواب کی تعبیر کے متعلق معبرین کی آراء ملاحظہ فرمائیں:

1۔ علامہ ابن سیرین رحمہ اللہ {110ھ} لکھتے ہیں:

"وَمَنْ رَأَىٰ أَنَّهُ يَنْكِحُ رَجُلًا فَإِنْ كَانَ ذٰلِكَ الرَّجُلُ مَجْهُوْلًا وَهُوَ شَابٌّ فَإِنَّهُ يَظْفُرُ بِعَدُوِّهٖ وَإِنْ كَانَ مَعْرُوْفًا وَلَيْسَ بَيْنَهُمَا عَدَاوَةٌ فَإِنَّ الْمَفْعُوْلَ يُصِيْبُ مِنَ الْفَاعِلِ خَيْرًا"

(تعبیر الرؤیا: ص:101)

ترجمہ: اگر کوئی شخص خواب میں دیکھے کہ کسی مرد سے صحبت کر رہا ہے اگر وہ آدمی جوان مگر ناواقف ہو تو خواب دیکھنے والا اپنے دشمن پر فتح یاب ہو گا اور اگر اس کو پہچانتا ہے اور ان دونوں میں دشمنی نہیں ہے تو فاعل کو مفعول سے فائدہ پہنچے گا۔

2۔ علامہ عبد الغنی بن اسماعیل بن عبد الغنی نابلسی رحمہم اللہ (1143ھ) اس قسم کے خواب کی تعبیر کے متعلق لکھتے ہیں:

"وَإِنْ رَأَىٰ أَنَّهُ يَنْكِحُ شَابًّا مَعْرُوْفًا فَإِنَّ الْفَاعِلَ يَفْعَلُ بِالْمَفْعُوْلِ خَيْرًا"

(تعطیر الانام فی تعبیر المنام: ج:2، ص:230)

ترجمہ: اگر کسی شخص نے خواب میں دیکھا کہ اس نے کسی معروف (یعنی جس کو وہ جانتا ہے) آدمی سے صحبت کی تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ فاعل مفعول سے بھلائی کا معاملہ کرے گا۔

3۔ بریلوی عالم فیض احمد اویسی صاحب اس طرح کے خواب کے متعلق لکھتے ہیں:

"صحبت کرنا مرد کے ساتھ جس سے صحبت کی اگر وہ صاحب عزت ہے تو خواب والا مطلب نفع سے کامیاب ہو"۔

(خوابوں کی تعبیر: ص27، قطب مدینہ پبلشرز کراچی)

فائدہ: خود حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت علامہ عبد الغنی کی تعبیر کے عین مطابق اس خواب کی تعبیر بتاتے ہوئے اس بھلائی کا بھی ذکر کیا ہے۔

چنانچہ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

سو جس طرح زن و شوہر میں ایک دوسرے سے فائدہ پہنچتا ہے اسی طرح مجھے ان سے اور انہیں مجھ سے فائدہ پہنچا ہے، انہوں نے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی تعریف کر کے ہمیں مرید کروایا اور ہم نے حضرت سے سفارش کر کے انہیں مرید کروایا۔

(تذکرۃ الرشید: ج:2، ص:289)

خواب نمبر 3:

عبارت

مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمہ اللہ {ت1346ھ} فرماتے ہیں:

یہی سبب ہے کہ ایک صالح فخر عالم علیہ السلام کی زیارت سے خواب میں مشرف ہوئے تو آپ کو اردو میں کلام کرتے دیکھ کر کہ آپ سے پوچھا کہ یہ کلام کہاں سے آگئی آپ تو عربی ہیں! فرمایا جب سے علمائے مدرسہ دیوبند سے ہمارا معاملہ ہوا ہے ہم کو یہ زبان آگئی۔

براھین قاطعہ ص30

اس پہ اعتراض یہ ہے کہ دیوبندیوں کے ہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اردو زبان علمائے دیوبند سے سیکھی ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی شاگردی کی ہے۔ نعوذ باللہ

جواب 1:

یہ خواب ہے اور خواب سے عقائد و اعمال کا ثبوت نہیں ہوتا۔

جواب 2:

یہ ایک خواب ہے اس کی تعبیر مولانا سہارنپوری نے یہ بیان کی کہ علماء دیوبند اور مدرسہ دیوبند نے آپ علیہ السلام کی زبان یعنی علم حدیث کی جو خدمت اردو زبان میں سرانجام دی ہے زمانہ اس کی نظیر پیش کرنے سے عاجز ہے، اور پھر حضرت سہارنپوری رحمہ اللہ نے اس پر اللہ تعالی کا شکر ادا کیا۔

فائدہ: اس بات میں کوئی شک نہیں کہ علماء دیوبند رحمہم اللہ کی دیگر علوم کے علاوہ علم حدیث شریف میں بھی بہت زیادہ خدمات تالیفات کی شکل میں موجود ہیں جن کا احاطہ کرنا مشکل ہے، یہاں بطور نمونہ کے مختصر سی تعداد ذکر کی جاتی ہے۔

1۔ حضرت مولانا محدث احمد علی سہانپوری رحمہ اللہ (ت1297ھ) حاشیۃ صحیح البخاری یہ حاشیہ جو صحیح بخاری کے 25 پاروں (اجزاء) کا ہے اور ایک ضخیم شرح کا حکم رکھتاہے۔ اور آخری پانچ پاروں کا حاشیہ حجۃ الاسلام بانی دارالعلوم دیوبند حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ (ت1297ھ) نے تحریر فرمایاہے۔

2۔ قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ (ت1322ھ) اَلعَرفُ الشّذِی علی جامع الترمذی یہ حضرت کی تقاریر کا مجموعہ ہے۔

الکوکَبُ الدُّرّی علی جامع الترمذی۔

3۔ شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن دیوبندی رحمہ اللہ (ت1339ھ) کا حاشیۃ الترمذی۔

4۔ امام العصر حضرت علامہ محمد انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ (م1352ھ) فیض الباری بشرح صحیح البخاری۔

5۔ زبدۃ المحدثین حضرت مولانا شیخ خلیل احمد سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ ت1346ھ بذلُ المَجہود فی شرح سنن ابی داود، 5 ضخیم جلدوں میں، اور مصر سے 20 جلدوں میں شائع ہوئی۔

6۔ شیخ الاسلام حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ (ت1369ھ) فتح المُلہِم فی شرح مسلم 5 جلدوں میں اور اس کا تکملہ شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہ نے 6 جلدوں میں لکھا ہے۔

فضل الباری شرح بخاری از شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ (ت1369ھ)

7۔ شیخ التفسیر والحدیث حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمہ اللہ (ت1394ھ) اَلتّعلیق الصّبیح علی مشکاۃ المصابیح۔

8۔رأس المحدثین وعمدۃ المحققین حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی رحمہ اللہ (ت1394ھ) اِعلاءُ السُّنَن، 22 جلدوں میں۔

9۔حضرت علامہ سید محمد یوسف بنوری رحمہ اللہ (ت1397ھ) مَعارفُ السنن شرح الترمذی۔

10۔ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلوی رحمہ اللہ (ت1402ھ) اَوجَزُ المَسالِک فی شرح موطا امام مالک، الکنز المتواری شرح البخاری ،شرح شمائل ترمذی۔

11۔حضرت مولانا منظور احمد نعمانی رحمہ اللہ (ت1417ھ) معارف الحدیث۔

12۔امام اہل السنت والجماعت حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ (ت1430ھ) خزائن السنن شرح ترمذی۔

فائدہ:

الحمد للہ حضرات اکابر کے اسی تسلسل کو برقرار رکھتے ہوئے بندہ نے بھی اسیری کے ایام میں امام ابو عیسی ترمذی رحمہ اللہ کی تصنیف "شمائل ترمذی "کی شرح زبدۃ الشمائل تحریر کی ہے۔جو حدیث مبارک کی خدمت بھی ہے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کا اظہار بھی۔

اشکال:

دیوبندیوں نے خود کو نبی علیہ السلام کا استاد قرار دیا۔

جواب

باقی اس پر یہ اشکال کرنا دیوبندیوں نے خود کو نبی علیہ السلام کا استاد قرار دیا۔ یہ اعتراض محاورات نہ سمجھنے کی دلیل ہے، ہمارے ہاں محاورات میں کہا جاتا ہے کہ ماشاء اللہ ہمارا جب سے ہمارا آپ سے ملنا جلنا ہوا ہے ہمیں اردو آگئی ہے اس کا مطلب یہ نہیں ہوتا کہ آپ ہمارے استاذ بن گئے اور ہم کے شاگرد؟ اور ہم آپ کی تعظیم استاذ جیسی کریں گے ایسا ہرگز نہیں ہوتا۔اسی طرح خواب میں یہ کہیں بھی نہیں ہے کہ آپ علیہ السلام کو اردو زبان علماء دیوبند نے سکھلائی بلکہ یہ ہے کہ جب سے دیوبند والوں کے ساتھ جب سے میرا معاملہ ہوا تو مجھے اردو آگئی ہے۔

خواب نمبر4

عبارت

ایک مرید کہتے ہیں:

کہ میں سوگیا کچھ دیر بعد خواب دیکھتاہوں کہ کلمہ شریف لاالہ الااللہ محمد رسول اللہ پڑھتاہوں ۔لیکن محمد رسول اللہ کی جگہ حضور کانام لیتاہوں اتنے میں دل کے اندر خیال پیداہوتاہے کہ تجھ سے غلطی ہوئی کلمہ شریف کے پڑھنے میں اس کو صحیح پڑھنا چاہیئے تھا اس خیال سے دوبارہ کلمہ شریف پڑھتاہوں دل پر یہ ہے کہ صحیح پڑھا جاوے لیکن زبان سے بے ساختہ بجائے محمد رسول اللہ کے اشرف علی نکل جاتاہے حالانکہ مجھ کو اس بات کا علم بھی ہے کہ اس طرح درست نہیں ہے لیکن بے اختیار زبان سے یہی نکل جاتاہے .دوتین بار جب یہی صورت ہوئی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کواپنے سامنے دیکھتاہوں اور بھی چند شخص حضورعلیہ السلام کے پاس تھے لیکن اتنے میں میری یہ حالت ہوگئی کہ میں کھڑا کھڑا بوجہ اس کے کہ رقت طاری ہوگئی زمین پر گرگیا اورنہایت زور کے ساتھ چیخ ماری اور مجھ کو معلوم ہوتا تھا کہ میرے اندر کوئی طاقت باقی نہیں ہے اتنے میں بندہ خواب سے بیدار ہوگیا لیکن بدن

میں بدستور بے حسی تھی اور وہ اثر ِنا طاقتی بدستور تھا لیکن حالت خواب اور بیداری میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا خیال تھا لیکن حالت بیداری میں جب کلمہ شریف کی غلطی پر خیال آیا تو اس بات کا ارادہ ہوا کہ اس خیال کو دل سے دور کیاجاوے اس واسطے کہ پھر کوئی ایسی غلطی نہ ہوجاوے بایں خیال بندہ بیٹھ گیا اور پھر دوسری کروٹ لیٹ کر کلمہ شریف کی غلطی کے تدارک میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھتا ہوں لیکن پھر بھی یہ کہتا ہوں اللھم صل علی سیدنا ونبینا ومولانا اشرف علی .حالانکہ اب بیدار ہوں خواب نہیں لیکن بے اختیار ہوں مجبور ہوں زبان اپنے قابو میں نہیں اس روز ایسا ہی کچھ خیال رہا تو دوسرے روز بیداری میں رقت رہی خوب رویا۔

(الامداد:ص:35،ماہِ صفر1334ھ)

اس پہ اعتراض یہ ہے کہ حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے غلط کلمہ پڑھنے والے کوڈانٹنے کی بجائے اتباع سنت کی تعبیر بتادی۔

جواب1:

یہ خواب ہے اور خواب سے عقائد واعمال کا ثبوت نہیں ہوتا۔

جواب2:

خواب اوراس کی تعبیر میں فرق ہوتا ہے۔

حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ نے اس خواب کی تعبیر یہ دی کہ آپ کا شیخ متبع سنت ہے۔اور یہ اصول پہلے تفصیل سے گزر چکاہے کی خواب کے ظاہر اور تعبیر میں فرق ہوتا ہے۔

جواب3:

اصل عبارت جو اوپر گزر چکی ہے اس سے بخوبی معلوم ہوگیا کہ کلمہ شریف پڑھنے میں غلطی حالت خواب میں ہوئی تھی اور پھر اس پروہ خاصہ پریشان بھی ہوا تھا اور اپنی غلطی کا احساس بھی کرتا رہا لیکن بے ساختہ نیند اور پھر بیداری میں یہ کلمہ اوردرود نکلتا رہا ہے اور وہ کہ بھی رہاہے کہ میں مجبور ہوں،میری زبان قابو میں نہیں ہے۔

اعتراض:

مرید کہتاہے کہ میں بیداری کی حالت میں بھی یہی پڑھتا ہوں اگر حالتِ نیند میں پڑھتاتواعتراض نہ تھابلکہ اعتراض توحالتِ بیداری میں پڑھنے پر ہے۔

جواب:

مرید خود کہ رہا ہے کہ یہ بے اختیاری طور پر تھا اور میں اس سے سارا دن پریشان بھی رہا روتا بھی رہا اب بیداری میں غیر ارادی اور غیر اختیاری طور پر کچھ بھی سرزد ہوجائے شریعت کی روسے اس پہ بھی حکم ِارتداد وغیرہ نہیں ہے۔

اس پر چند دلائل ملاحظہ ہوں:

1: رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا اِنْ نَّسِيْنَا اَوْ اَخْطَأْنَا (البقرۃ:286)

ترجمہ: اے ہمارے رب اگر ہم سے بھول یا خطا سرزد ہوجائے تو اس پر ہمارا مواخذہ نہ فرمانا۔

2:عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللہُ عَنْہُمَا أَنَّ رَسُوْلَ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ : اِنَّ اللہَ تَجَاوَزَ عَنْ اُمَّتِیَ الْخَطَأَ وَالنِّسْیَانَ وَمَا اسْتُکْرِھُوْا عَلَیْہِ

(ابن ماجہ: رقم الحدیث:2045)

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا: بے شک میری امت سے اللہ تعالی نے نسیان اور خطاءاور جس چیز پر ان کو مجبور کیا گیاہو مواخذہ سے درگزر فرمایاہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوتاہے کہ خطاء کی صورت میں کوئی خطاء یا کلمہ کفر بھی کہہ دے وہ قابل مواخذہ نہیں ہے۔

3: عَنْ عَبْدِاللهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنْ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ: لَلّٰهُ أَشَدُّ فَرَحًا بِتَوْبَةِ عَبْدِهٖ حِيْنَ يَتُوْبُ إِلَيْهِ مِنْ أَحَدِكُمْ كَانَ عَلٰى رَاحِلَتِهٖ بِأَرْضٍ فَلَاةٍ، فَانْفَلَتَتْ مِنْهُ وَعَلَيْهَا طَعَامُهٗ وَشَرَابُهٗ، فَأَيِسَ مِنْهَا، فَأَتٰى شَجَرَةً فَاضْطَجَعَ فِيْ ظِلِّهَا قَدْ أَيِسَ مِنْ رَاحِلَتِهٖ، فَبَيْنَا هُوَ كَذٰلِكَ إِذَا هُوَ بِهَا قَائِمَةً عِنْدَهٗ، فَأَخَذَ بِخِطَامِهَا، ثُمَّ قَالَ مِنْ شِدَّةِ الْفَرَحِ: اَللّٰهُمَّ أَنْتَ عَبْدِيْ وَ اَنَا رَبُّكَ، أَخْطَأَ مِنْ شِدَّةِ الْفَرَحِ

(صحیح مسلم: ج:2، ص:355، رقم الحدیث:2747)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ تعالی اپنے مؤمن بندے کی توبہ سے اس شخص سے بھی زیادہ خوش ہوتے ہیں جس نے کسی ہلاکت خیز جگہ میں پڑاؤ کیا۔ اس کے ساتھ اس کی سواری ہے جس پر اس کا سامان اور پانی بندھا ہے۔ اور (کچھ دیر آرام کے لیے) سو گیا آنکھ کھلی تو دیکھا کہ اس کی سواری کہیں جا چکی ہے۔ اس نے اپنی سواری کو بہت ڈھونڈا یہاں تک کہ جب گرمی اور پیاس وغیرہ شدید ہو گئی تو اس نے سوچا کہ میں اپنی اسی جگہ جہاں میں (سو رہا) تھا واپس جاتا ہوں اور وہاں سوتا ہوں یہاں تک کہ مجھے موت آ جائے۔ اس نے (لیٹ کر) اپنا سر اپنے بازو پر رکھا تاکہ اسی حالت میں مر جائے۔ (اس کی آنکھ لگ جاتی ہے پھر جو آنکھ کھلتی ہے تو اچانک دیکھتا ہے کہ اس کی سواری اس کے پاس ہی کھڑی ہے اور اس پر اس کا سامان اور پانی موجود ہے۔ اس بندے کو اپنی سواری اور اپنے سامان کے ملنے سے (اتنی) خوشی ہوتی ہے (کہ خوشی میں بے اختیار یہ کہہ بیٹھتا ہے کہ اَللّٰهُمَّ أَنْتَ عَبْدِيْ وَ اَنَا رَبُّكَ اے اللہ تو میرا بندہ ہے اور میں تیرا رب ہوں) اللہ تعالی کو مومن بندے کی توبہ سے اس سے بھی زیادہ خوشی ہوتی ہے۔

فائدہ: چونکہ اس نے یہ کلمہ غیر اختیاری طور پہ خوشی میں کہا تھا اس لیے حدیث شریف میں اس پر کوئی فتوی کفر نہیں لگایا ہے اس سے معلوم ہوا کہ حالت اختیار اور حالت اضطرار کے احکام جدا جدا ہیں۔

4: امام فخر الدین حسن بن منصور الاوزجندی المعروف قاضی خان (ت 592ھ) نے یہ اصول ذکر کیا ہے:

اَلْخَاطِئُ اِذَا جَرٰى عَلٰى لِسَانِهٖ كَلِمَةَ الْكُفْرِ خَطأً بِاَنْ اَرَادَ اَنْ يَتَكَلَّمَ بِمَا لَيْسَ بِكُفْرٍ فَجَرٰى عَلٰى لِسَانِهٖ كَلِمَةَ الْكُفْرِ خَطأً لَمْ يَكُنْ ذَالِكَ كُفْراً عِنْدَ الْكُلِّ

(فتاوی قاضی خان: ج:6، ص:883)

ترجمہ: بہر حال خاطی کی زبان پر جب خطاء کفر کا کلمہ جاری ہو گیا مثلاوہ ایسا کلمہ بولنا چاہتا تھا جو کفر نہیں ہے لیکن خطاء اس کی زبان سے کفر کا کلمہ نکل گیا تو تمام فقہاءِ کرام کے نزدیک کفر نہ ہو گا۔

5: جناب مولوی احمد رضا خان صاحب بھی یہی فرماتے ہیں:

شریعت میں احکام اضطراری کے احکامات اختیاری سے جدا ہیں۔

(ملفوظات: حصہ اول، ص:55، فرید بک اسٹال)

حضرت مولانا سید شاہ محمد اسماعیل شہید رحمہ اللہ ت 1246ھ کا مختصر تعارف

حضرت مولانا سید شاہ محمد اسماعیل شہید رحمہ اللہ 12/ربیع الاول 1193ھ مطابق 29 اپریل 1779ء کو دہلی میں پیدا ہوئے۔
مکمل سلسلہ نسب یوں ہے: حضرت مولانا سید شاہ محمد اسماعیل شہید بن حضرت مولانا شاہ عبد الغنی بن شاہ ولی اللہ بن حضرت مولانا شاہ عبد الرحیم دہلوی رحمہم اللہ تعالیٰ۔

آپ رحمہ اللہ حضرت مولانا شاہ عبد العزیز دہلوی، حضرت مولانا شاہ رفیع الدین دہلوی اور حضرت مولانا شاہ عبد القادر دہلوی رحمہم اللہ تعالیٰ کے بھتیجے ہیں، آٹھ سال کی عمر میں تکمیل حفظِ قرآن مجید فرمایا۔ جب آپ رحمہ اللہ کی عمر دس برس کی ہوئی، تو والد ماجد کا انتقال ہو گیا۔ والد کے انتقال کے بعد درسی کتابیں حضرت مولانا شاہ عبد القادر دہلوی رحمہ اللہ سے پڑھیں اور سندِ حدیث حضرت مولانا شاہ عبد العزیز دہلوی رحمہ اللہ سے لی۔ پندرہ یا سولہ سال کی عمر میں تحصیلِ علم سے فارغ ہوئے۔ تحصیل علم سے فراغت کے بعد آپ رحمہ اللہ امور جہاد جیسے نیزہ بازی، تیر اندازی اور گھوڑ سواری وغیرہ میں مشغول ہو گئے۔

پھر کچھ عرصہ بعد آپ رحمہ اللہ نے حضرت سید احمد شہید رائے بریلوی رحمہ اللہ کی خدمت میں رہ کر طریقِ سلوک طے کیا۔ اگرچہ آپ حضرت سید احمد شہید رائے بریلوی رحمہ اللہ سے سات سال بڑے بھی تھے اور حضرت سید احمد شہید رائے بریلوی رحمہ اللہ مکمل عالم بھی نہ تھے لیکن علوم باطنی میں وہ کمال تھا کہ شاہ اسماعیل شہید رحمہ اللہ جیسے عالم نے بھی آپ کی بیعت کی۔

آپ رحمہ اللہ 1241ھ میں اپنے پیر و مرشد کے ارشاد پر انگریزوں اور سکھوں کے خلاف جہاد کے لیے نکلے۔ چند سال مسلسل معرکہ ہائے جہاد و قتال میں شرکت و رہنمائی کے بعد 1246ھ مطابق 1831ء میں بالاکوٹ کے مقام پر جنگ کرتے ہوئے شہید ہو گئے، اس وقت آپ رحمہ اللہ کی عمر 53 سال کی تھی۔ آپ رحمہ اللہ بالاکوٹ میں ہی سید احمد شہید رائے بریلوی رحمہ اللہ کے ساتھ مدفون ہیں۔ آپ رحمہ اللہ کی تصنیفات میں سے مشہور تقویۃ الایمان، اصول فقہ، منصب امامت، عبقات اور مثنوی ہیں۔
اب ان عبارات کو ذکر کیا جاتا ہے جن پہ عموماً اعتراضات کیے جاتے ہیں:

عبارت نمبر: 1

حضرت مولانا سید شاہ محمد اسماعیل شہید رحمہ اللہ نے "انبیاء علیہم السلام و اولیاء رحمہم اللہ کو پکارنا شرک ہے" کا عنوان قائم کرنے کے بعد لکھا ہے:

اور یہ یقین جان لینا چاہئے کہ ہر مخلوق بڑا ہو یا چھوٹا وہ اللہ کی شان کے آگے چمار سے بھی ذلیل ہے۔

(تقویۃ الایمان: 26)

اعتراض:

یہ ہے کہ شاہ صاحب نے اس عبارت میں اولیاء اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو نعوذ باللہ چمار کہا ہے۔

جواب نمبر 1:

بعض چیزوں کو اجمالاً بیان کریں تو مناسب اور ادب ہے، اگر تفصیلات بیان کریں تو خلافِ ادب ہے۔
مثال نمبر 1: سسر اپنے داماد کو کہے: "میری بیٹی کے حقوق کا خیال رکھنا" تو اجمالاً قول ہونے کی وجہ سے یہ ادب ہے لیکن اگر وہ تمام حقوق ایک ایک کر کے گنوانا شروع کر دے تو یہ خلاف ادب ہے۔

مثال نمبر2: ”سر سے لے کر پاؤں تک تمام جسم کا خالق اللہ ہے“ یہ کہنا ادب ہے لیکن تفصیلاً ایک ایک عضو کا نام لے کر یہی بات کہی جائے تو یہ خلافِ ادب ہے۔

اسی طرح ”ہر مخلوق اللہ تعالیٰ کے سامنے ذلیل ہے“ یہ اجمالاً کہنا تو مذکورہ قاعدہ کی رو سے درست اور ادب ہے لیکن تفصیلاً مخلوقات میں سے ایک ایک نام لے کر کہا جائے تو یہ بے ادبی ہونے کی وجہ سے غلط ہو گا۔

جواب 2:

تقویۃ الایمان کی اصل عبارت ملاحظہ فرمائیں جو اوپر ذکر کی گئی ہے۔ تو اس میں نبی کا ذکر ہی نہیں تو اعتراض کس بات پر؟ ممکن ہے کہ معترض کہے کہ اس میں لفظ ہے "ہر مخلوق" اور ہر مخلوق میں نبی بھی آجاتے ہیں تو گویا یہ نبوت کی گستاخی ہے، تو جواب یہ ہو گا کہ اگر اس عموم کو تسلیم کر لیا جائے کہ ہر مخلوق میں نبی بھی داخل ہے تو قرآن مجید میں کئی مقامات پہ لفظ "انسان" کو مطلقاً ذکر کیا گیا ہے اور پھر اس کی شناعت کو بیان کیا ہے لیکن اس عموم سے انبیاء علیہم السلام خارج ہیں، ذیل میں چند آیات ملاحظہ ہوں:

1: خُلِقَ الْاِنْسَانُ مِنْ عَجَلٍ

(سورۃ الانبیاء:37)

ترجمہ: انسان جلد باز پیدا کیا گیا ہے۔

تو کیا اس عموم میں انبیاء علیہم السلام بھی داخل ہیں؟

2: كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ

(الانبیاء:35)

ترجمہ: ہر نفس نے موت کا ذائقہ چکھنا ہے۔

تَعْلَمُ مَا فِیْ نَفْسِیْ وَلَآ اَعْلَمُ مَا فِیْ نَفْسِكَ (المائدہ:116)

ترجمہ: اے اللہ آپ جانتے ہیں جو کچھ میرے جی میں ہے اور میں نہیں جانتا جو کچھ آپ کے جی میں ہے۔

اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات پر لفظ "نفس" کا اطلاق کیا ہے تو اگر اس لفظ کو اپنے عموم پہ رکھیں تو کہنا پڑے گا کہ اللہ تعالیٰ پہ بھی موت آئے گی {العیاذ باللہ} حالانکہ اس معنیٰ کا کوئی بھی قائل نہیں ہے۔

تو ان چند آیات سے معلوم ہوا کہ ہر جگہ عموم مراد لینا درست نہیں ہے۔

3: وَحَمَلَهَا الْاِنْسَانُ اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا۔

(الاحزاب:72)

ترجمہ: اور انسان نے اس بوجھ کو اٹھا لیا، بلاشبہ انسان بڑا ظالم اور نادان ہے۔

تو کیا اس عموم میں انبیاء علیہم السلام بھی داخل ہیں؟ تو یہاں پہ بھی آپ کہو گے کہ نہیں، تو اسی طرح یہاں بھی نبی علیہ السلام اس میں داخل نہیں ہیں۔

جواب 3:

اگر یہ عبارت گستاخانہ ہے تو پھر حضرت شاہ صاحب سے پہلے جو اکابرین کی عبارات میں بھی اس طرح کے الفاظ ملتے ہیں ان پہ کیا حکم ہو

گا؟

1: علامہ شہاب الدین سہروردی رحمہ اللہ (المتوفی 632ھ) فرماتے ہیں:

بَلَغَنَا عَنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حَدِیْثًا. لَا یَکْمُلُ اِیْمَانُ الْمَرْءِ حَتّٰی یَکُوْنَ النَّاسُ عِنْدَہٗ کَالْاَبَاعِرِ

(عوارف المعارف: ج4ص360)

ترجمہ: ہمیں نبی علیہ السلام کی طرف سے یہ حدیث پہنچی ہے کہ بندے کا ایمان اس وقت تک کامل نہیں ہو سکتا یہاں تک تمام انسان اللہ کے نزدیک مینگنیوں کی طرح نہ ہو جائیں۔

فائدہ: ہم نے علامہ شہاب الدین سہروردی (المتوفی 632ھ) کی عبارت بطور الزام کے پیش کی ہے، اور اس کا حدیث ہونا بسیار تلاش کے بعد ہمیں کتب حدیث سے نہیں ملا، محمد بن علی بن محمد ابن العربی الاندلسی {المتوفی 638 ھجری} نے اپنی کتاب تفسیر ابن عربی میں اس عبارت کو کسی کا مقولہ قرار دیا ہے، عبارت ملاحظہ ہو:

{یَوْمَ یَکُوْنُ النَّاسُ کَالْفَرَاشِ} أَیْ: یَکُوْنُوْنَ فِیْ ذٰلِکَ الشُّھُوْدِ فِی الذِّلَّۃِ وَتَفَرُّقِ الْوَجْھَۃِ کَالْفَرَاشِ الْمُنْتَشِرِ وَأَحْقَرَ وَأَذَلَّ لِأَنَّہٗ لَا قَدْرَ وَلَا وُقْعَ لَھُمْ فِیْ عَیْنِ الْمُوَحِّدِ کَقَوْلِہٖ: لَنْ یَّکْمُلَ اِیْمَانُ الْمَرْءِ حَتّٰی یَکُوْنَ النَّاسُ عِنْدَہٗ کَالْاَبَاعِرِ أَوْ کَالْفَرَاشِ

(تفسیر ابن عربی تحت الایۃ یوم یکون الناس کالفراش)

ترجمہ: {جس دن لوگ ہو جائیں گے پروانوں کی طرح} یعنی وہ اس حاضری کے وقت اپنی بے وقعتی میں اور ایک دوسرے سے جدا ہونے میں بکھرے ہوئے پروانوں کی طرح ہوں گے بلکہ اس سے بھی زیادہ حقیر اور ذلیل ہوں گے اس لئے کہ ان کی کوئی عزت و وقعت نہ ہو گی اس یکتا و تنہا ذات کی نظر میں، جیسا کہ کسی کا مقولہ ہے: بندے کا ایمان اس وقت تک کامل نہیں ہو سکتا یہاں تک تمام انسان اللہ کے نزدیک مینگنیوں یا پروانوں کی طرح نہ ہو جائیں۔

2: خواجہ نظام الدین اولیاء رحمہ اللہ (المتوفی 725ھ) لکھتے ہیں:

ایمان کسے تمام نہ شود تا ہمہ خلق نزد او ہمیں چنیں نہ نماید کہ پشک شتر

(فوائد الفوائد: ص: 61)

ترجمہ: کسی شخص کا ایمان اس وقت تک کامل نہیں ہو سکتا جب تک اسے تمام لوگ اللہ کے سامنے ایسے نہ دکھائی دیں جیسے اونٹ کی مینگنی۔

تو اہل بدعت کا ان اکابر علیہم الرحمۃ پر کیا فتوی ہو گا؟

جواب 4:

اگر آپ کہتے ہیں کہ اس عبارت کی بنیاد پر کافر ہیں تو آپ کے امام مولوی احمد رضا خان صاحب نے حضرت شاہ سید محمد اسماعیل شہید رحمہ اللہ کے متعلق تو یہ لکھا ہے:

کہ علماء محتاطین انہیں کافر نہ کہیں یہی جواب ہے اسی پر فتوی ہے اور یہی ہمارا مذہب ہے اور اسی پر اعتماد اور اسی میں سلامتی ہے اور اسی میں استقامت۔

(حسام الحرمین: صفحہ: 42)

اور آپ کافر کہہ رہے ہیں تو آپ ہی بتائیں کہ آپ کی رائے زیادہ معتبر ہے یا آپ کے مقتدا مولوی احمد رضا خان صاحب کی؟

عبارت نمبر 2:

حضرت مولانا سید شاہ محمد اسماعیل شہید رحمہ اللہ نماز کے متعلق مسائل بیان کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

”صرف ہمت بسوئے شیخ و امثال آں از معظمین گو جناب رسالتمآب {صلی اللہ علیہ وسلم} باشد بچندیں مرتبہ بد

تر از استغراق در صورتِ گاو خرِخود است که خیال آں با تعظیم اجلال بسویدا ی دلِ انسان ے چسپد بخلافِ خیال گاو خرنہ آں قدر چسپیدگی ے بود و نہ تعظیم بلکہ مہان و محقر بود"۔

{صراط مستقیم۔ص:86}

ترجمہ: (نماز میں صوفیائے کرام کا)اپنی تمام توجہ کو اپنے شیخ اور شیخ جیسی بزرگ ہستیوں کی طرف لگا دینا اگر چہ وہ شخصیت جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی ہی ہو،اپنی گائے اور گدھے کے خیال میں مستغرق ہو جانے (ڈوب جانے) سے کئی درجہ برا ہے کیونکہ بزرگ ہستیوں کا خیال تو تعظیم اور بزرگی کے ساتھ انسان کے دل کی گہرائیوں میں جا چپکتا ہے اور بیل اور گدھے کا خیال،نہ تو اس قدر دل کو اچھا لگتا ہے اور نہ اس میں تعظیم ملحوظ ہوتی ہے بلکہ حقیر و ذلیل ہوتا ہے۔

فائدہ: ہم نے سہولت کے پیش نظر عبارت کا سلیس اور آسان ترجمہ کیا ہے۔

اعتراض:

یہ ہے کہ شاہ صاحب کے ہاں نماز میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا خیال معاذ اللہ جانور کے خیال سے بھی برا ہے۔یہ صراحتاً حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی گستاخی ہے۔

جواب1:

اس عبارت میں حضرت مولانا سید شاہ محمد اسماعیل شہید رحمہ اللہ نے نماز کے مقصد کو بیان فرمایا ہے کہ یہ عبادت خالصتاً اللہ تعالی کے لئے ہونی چاہئے اس میں اپنے خیالات کو کسی اور طرف بالخصوص قابل احترام شخصیات کی طرف اس طرح نہ لے جایا جائے کہ کسی اور چیز یہاں تک کہ نماز کا خیال بھی نہ رہے۔

اور یہ مقصد نماز قرآن وحدیث میں موجود ہے۔

قُوْمُوْا لِلّٰهِ قَانِتِيْنَ

سورۃ البقرہ: آیت 238

اللہ تعالی کے سامنے ادب سے،خاموشی سے کھڑے رہو۔

"اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِيْ"

سورۃ طہٰ: آیت 14

میری یاد کی نماز پڑھا کرو۔

عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ قَالَ قال رسول الله صلی الله عليه وسلم اَنْ تَعْبُدَ اللهَ كَاَنَّكَ تَرَاهُ ۔

صحیح مسلم: کتاب الایمان باب الایمان والاسلام والاحسان

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے احسان کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا: اللہ کی عبادت اس طرح کرو گویا تو اسے دیکھ رہا ہے۔

جواب2:

اس عبارت میں حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں معظم،اجلال، تعظیم،اور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم جیسے شاندار الفاظ استعمال فرمائے۔رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کا اس عبارت میں اشارہ تک نہیں ملتا۔اور آخر میں شاہ صاحب نے جو عشق ومحبت سے لبریز جملہ کہا ہے اس جملے پر معترضین کو خوب غور کرنا چاہیے وہ جملہ یہ ہے:

خیال آں با تعظیم و اجلال بسویدای دل انسان می چسپد

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور مقدس لوگوں کے خیال میں اس قدر مٹھاس ہے اتنی زیادہ حلاوت و شیرینی ہے اور اس درجہ کشش ہے کہ مسلمان ان کی عظمت میں ڈوب جاتا ہے جس کی وجہ سے مقصد نماز میں خلل آتا ہے۔ جبکہ حقیر چیزوں کی طرف خیال کو متوجہ کرنے سے اتنا خلل نہیں آتا کیونکہ ان کی عظمت دل میں نہیں ہوتی۔

مثال نمبر 1:

شریعت مطہرہ میں پردہ کا مسئلہ ایک عزت والا اور محترم مسئلہ ہے اس لئے اس کا تعلق قابل احترام انسانوں سے ہے جیسے کسی کے گھر میں نامحرم انسان آجائے تو گھر والوں کو اس سے پردہ کرایا جاتا ہے کیونکہ پردہ ایک عزت والا مسئلہ ہے۔ جس میں انسان کے آنے سے خلل آتا ہے جبکہ کوئی کتا گھر میں گھس آئے تو اس سے خلل نہیں آتا اس لئے کوئی بھی خواتین کو پردہ کرنے کا نہیں کہتا کیونکہ کتا قابل احترام نہیں ہے۔

اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ انسان کتے سے بھی گرا ہوا ہے۔ بلکہ اس کا مطلب ہے کہ انسان ایک معزز، محترم ہے اس لئے اس کے آنے سے پردہ کروایا جاتا ہے۔ اور کتے کی کوئی حیثیت نہیں ہے کہ اس کے آنے سے پردہ کرایا جائے۔

مثال نمبر 2:

شریعت مطہرہ میں ظہار کا مسئلہ ایک محترم مسئلہ ہے۔

ظہار کی تعریف:

اَلظِّهَارُ هُوَ تَشْبِيهُ الزَّوْجَةِ أَوْ جُزْءٍ مِنْهَا شَائِعٍ أَوْ مُعَبَّرٍ بِهِ عَنِ الْكُلِّ بِمَا لَا يَحِلُّ النَّظَرُ إِلَيْهِ من الْمُحَرَّمَةِ على التَّأْبِيدِ وَلَوْ بِرَضَاعٍ أو صِهْرِيَّةٍ. (الفتاویٰ الہندیۃ: ج1 ص505)

ترجمہ: ظہار سے یہ مراد ہے کہ اپنی بیوی یا اس کے کسی جزوِ شائع کو یا ایسے جزء کو جو کل سے تعبیر کیا جاتا ہو محرماتِ ابدیہ کے کسی ایسے عضو سے تشبیہ دینا جسے دیکھنا اس شخص کے لیے حلال نہیں۔ اس میں حرمت والے رشتے بھی شامل ہیں اگرچہ حرمت بسبب رضاعت ہو یا رشتہ صہریت کے ہو۔

فائدہ:

جزء شائع کی تعریف:

بدن کے اس غیر معین حصہ کو کہتے ہیں جو بدن کے ہر ہر حصہ پر صادق آئے۔ مثلاً جب بیوی کے نصف حصہ کو ماں کی پیٹھ سے تشبیہ دی تو یہ نصف حصہ چونکہ غیر متعین ہے اس لیے ہر ہر جزء میں تشبیہ پائی جائے گی۔ نتیجۃً تمام اجزاء یعنی "کل" کو تشبیہ دینا لازم ہوگا اور ظہار متحقق ہو جائے گا۔

جزء شائع کی مثال:

جیسے بیوی کو کہا: "نِصْفُكِ عَلَيَّ كَظَهْرِ أُمِّيْ" یا "ثُلُثُكِ عَلَيَّ كَظَهْرِ أُمِّيْ"

ایسا جزء جس سے پورا بدن مراد ہو سکتا ہو کی مثال:

جیسے بیوی کو کہا: "رَأْسُكِ عَلَيَّ كَظَهْرِ أُمِّيْ" یا "وَجْهُكِ عَلَيَّ كَظَهْرِ أُمِّيْ" یا "فَرْجُكِ عَلَيَّ كَظَهْرِ أُمِّيْ" یا "رَقَبَتُكِ عَلَيَّ كَظَهْرِ أُمِّيْ"

ظہار کا حکم:

ظہار کا حکم یہ ہے کہ ان الفاظ سے طلاق واقع نہیں ہوتی لیکن کفارہ ادا کئے بغیر بیوی کے پاس جانا حرام ہوتا ہے۔ ظہار کا کفارہ یہ ہے کہ ایک غلام یا لونڈی آزاد کرے۔ اگر اس پر قدرت نہ ہو تو دو مہینے کے لگاتار روزے رکھے اور اگر کسی بیماری یا کمزوری کی وجہ سے روزے بھی نہ رکھ سکتا ہو تو 60 مساکین کو دو وقت کا کھانا کھلائے۔ کھانے کے بجائے ان مساکین کو فی کس ایک فطرہ کی مقدار (پونے دو سیر گندم یا اس کی قیمت) گندم بھی دی جا

سکتی ہے۔ اس کا کفارہ قرآن کریم میں یہ بیان ہوا ہے:

﴿وَالَّذِيْنَ يُظٰهِرُوْنَ مِنْ نِّسَآئِهِمْ ثُمَّ يَعُوْدُوْنَ لِمَا قَالُوْا فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّتَمَآسَّا ؕ ذٰلِكُمْ تُوْعَظُوْنَ بِهٖ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ﴿۳﴾ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّتَمَآسَّا ۚ فَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَاِطْعَامُ سِتِّيْنَ مِسْكِيْنًا ؕ ذٰلِكَ لِتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ؕ وَتِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ ؕ وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۴﴾﴾

(سورۃ المجادلۃ:3،4)

ترجمہ: جو لوگ اپنی بیویوں سے ظہار کرتے ہیں اور پھر اپنے کیے ہوئے اس عمل سے رجوع کرتے ہیں تو ان کے ذمے ایک غلام کو آزاد کرنا لازم ہے اس سے قبل کہ وہ میاں بیوی ایک دوسرے کو ہاتھ لگائیں۔ اسی بات کی تمہیں نصیحت کی جا رہی ہے۔ تمہارے اعمال سے اللہ تعالیٰ پوری طرح باخبر ہے۔ جس شخص کو غلام آزاد کرنے کی طاقت نہ ہو تو اس پر متواتر دو مہینوں کے روزے رکھنا لازم ہیں اس سے قبل کہ وہ میاں بیوی ایک دوسرے کو ہاتھ لگائیں۔ پھر جس شخص کے پاس اس کی بھی استطاعت نہ ہو تو اس پر لازم ہے کہ ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائے۔ یہ احکام اس لیے ہیں تاکہ تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ۔ یہ اللہ کی مقرر کردہ حدود ہیں اور کافروں کے لیے دردناک عذاب ہے۔

اب ظہار میں نقصان دہ اس عورت سے تشبیہ دینا ہے جس کی عظمت دل میں ہو، جانور سے تشبیہ دینا ظہار کو ثابت نہیں کرتا کیونکہ دل میں اس کی کوئی عظمت نہیں ہوتی۔

مثال نمبر 3:

دوران سبق کسی طالب علم کا مدینہ منورہ کی طرف خیال لے جانا سبق کے لئے نقصان دہ ہے اور کسی حقیر چیز کی طرف خیال لے جانا بھی نقصان دہ ہے لیکن پہلے خیال کا نقصان زیادہ ہے کیونکہ مدینہ منورہ کی عظمت دل میں ہوتی ہے اس لئے واپسی سبق کی طرف دھیان لانا مشکل ہو جاتا ہے اور حقیر چیزوں کی عظمت دل میں نہ ہونے کی وجہ سے خیال واپس لانا آسان ہو جاتا ہے۔

اسی طرح مقدس ہستیوں کی طرف خیال کو لے جانا، مستغرق ہونا بھی نقصان دہ ہے اور جانور میں استغراق بھی نقصان دہ ہے لیکن پہلے کا نقصان بہت زیادہ ہے کیونکہ ان کی عظمت کی وجہ سے واپس نماز کی طرف خیال لانا مشکل ہوتا ہے جس کی وجہ سے مقصد نماز فوت ہو جاتا ہے جبکہ جانور کی عظمت نہ ہونے کی وجہ سے واپسی کی امید ہوتی ہے اس لئے یہ کم نقصان دہ ہے۔

جواب 3:

یہ اشکال ایک صول واصطلاحات نہ سمجھنے کی وجہ سے پیش آیا ہے وہ اصول یہ ہے کہ فن بدلنے سے لفظ کا معنی بدل جاتا ہے۔

جیسے لفظ "کلمہ" جب درجہ حفظ کی درس گاہ میں بولا جائے گا تو اس سے مراد "کلمہ طیبہ" ہوگا، علم نحو میں اس سے مراد "لَفْظٌ وُضِعَ لِمَعْنًى مُفْرَدٍ" (وہ لفظ جو ایک معنی کیلئے وضع کیا گیا ہو)۔ اسی طرح تصوف کے باب میں "مشکل کشا" کا معنی "تزکیہ کرنے والا" ہے اور باب عقیدہ میں اس کا معنی "مافوق الاسباب مدد کرنے والا" ہے۔

اسی طرح "صرف ہمت" کا ترجمہ معترضین نے "خیال" کر دیا۔ حالانکہ یہ تصوف کی اصطلاح ہے اس کا مطلب خیال نہیں، بلکہ اس کا مطلب ہے کامل توجہ، کسی کے دھیان میں خود کو غرق کر دینا۔ کسی ایک ہستی پر دھیان جما لینا۔ سب سے یکسو ہو کر ایک طرف اس طرح متوجہ ہو جانا کہ کسی اور کا خیال بھی نہ رہے۔ اس اصطلاح کے پیش نظر صرف ہمت کا مطلب نماز میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اپنا خیال اس طرح لے جانا آپ کی ذات اقدس میں اس طرح مستغرق ہو جانا کہ اللہ پاک کا خیال بھی نہ رہے یہ مقصد نماز میں مخل ہے۔

الغرض صرف ہمت کا ترجمہ و مطلب خیال آنا نہیں بلکہ خیال میں کھو جانا ہے۔

جواب 4:

اگر آپ کہتے ہیں کہ اس عبارت کی بنیاد پر کافر ہیں تو آپ کے امام مولوی احمد رضا خان صاحب نے حضرت شاہ سید محمد اسماعیل شہید رحمہ اللہ کے متعلق تو یہ لکھا ہے:

کہ علماء محتاطین انہیں کافر نہ کہیں یہی جواب ہے اسی پر فتوی ہے اور یہی ہمارا مذہب ہے اور اسی پر اعتماد اور اسی میں سلامتی ہے اور اسی میں استقامت۔

(حسام الحرمین: صفحہ: 42)

اور آپ کافر کہہ رہے ہیں تو آپ ہی بتائیں کہ آپ کی رائے زیادہ معتبر ہے یا آپ کے مقتدا مولوی احمد رضا خان صاحب کی؟

عبارت نمبر: 3

حضرت مولانا سید شاہ محمد اسماعیل شہید رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

یعنی میں بھی ایک دن مر کر مٹی میں ملنے والا ہوں، تو کب سجدہ کے لائق ہوں، سجدہ تو اسی ذات پاک کو ہے جو کبھی نہ مرے۔

تقویۃ الایمان ص 60

اعتراض:

اس پہ اعتراض یہ ہے کہ حدیث مبارک میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا جسم اطہر محفوظ رہتا ہے جبکہ شاہ صاحب کہتے ہیں مٹی میں مل جاتا ہے۔

جواب 1:

حضرت مولانا سید شاہ محمد اسماعیل شہید رحمہ اللہ کی اصل عبارت یہ ہے: میں بھی ایک دن مر کر مٹی میں ملنے والا ہوں، تو کب سجدہ کے لائق ہوں، سجدہ تو اسی ذات پاک کو ہے جو کبھی نہ مرے۔

اس عبارت میں لفظ "ملنے والے ہیں" کے دو معنی ہیں:

ایک معنی ہے: ذات میں ایک ہو جانا، پیوست ہو جانا، ذرہ ذرہ ہو جانا۔

دوسرا معنی ہے: لاحق ہونا، مل جانا، متصل ہونا، دفن ہو جانا۔

اور یہاں شاہ صاحب رحمہ اللہ کی مراد یہی دوسرا معنی ہے نہ کہ پہلا مٹی میں ملنے والے ہیں کا مطلب یہ ہے کہ ایک دن میں تمہیں چھوڑ کر چلا جاوں گا، مٹی میں دفن ہو جاوں گا، یہ مطلب نہیں کہ میرا وجود ذروں میں بکھر کر مٹی ہو جائے گا۔

جواب 2:

اگر آپ کہتے ہیں کہ اس عبارت کی بنیاد پر کافر ہیں تو آپ کے مقتدا مولوی احمد رضا خان صاحب نے حضرت شاہ سید محمد اسماعیل شہید رحمہ اللہ کے متعلق تو یہ لکھا ہے:

کہ علماء محتاطین انہیں کافر نہ کہیں یہی جواب ہے اسی پر فتوی ہے اور یہی ہمارا مذہب ہے اور اسی پر اعتماد اور اسی میں سلامتی ہے اور اسی میں استقامت۔

(حسام الحرمین:صفحہ:42)

اور آپ کافر کہ رہے ہیں تو آپ ہی بتائیں کہ آپ کی رائے زیادہ معتبر ہے یا آپ کے مقتدا مولوی احمد رضا خان صاحب کی؟

عبارت نمبر 4

سید شاہ محمد اسماعیل شہید رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

نبی صلی اللہ کی عزت ومرتبہ بڑے بھائی کی طرح ہے۔

تقویۃ الایمان۔ص:68

اعتراض

یہ ہے کہ شاہ صاحب نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بڑا بھائی کہا جو کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین ہے۔

جواب نمبر 1:

انبیاء علیہ السلام کو بھائی کہنا قرآن مجید اور احادیث مبارکہ سے ثابت ہے۔

1: وَاِلٰی عَادٍ اَخَاھُمْ ھُوْداً۔

(الاعراف:50)

ترجمہ: اور عاد کی طرف ہم نے ان کے بھائی ہود (علیہ السلام) کو بھیجا۔

2: وَاِلیٰ ثَمُوْدَ اَخَاھُمْ صَالحا۔

(الاعراف:73)

ترجمہ: ثمود کی طرف ان کے بھائی صالح (علیہ السلام) کو بھیجا۔

3: وَاِلیٰ مَدْیَنَ اَخَاھُمْ شُعَیْبًا

(الاعراف:85)

ترجمہ: مدین کی طرف ان کے بھائی شعیب (علیہ السلام) کو بھیجا۔

احادیث میں بھی آپ علیہ السلام نے اپنے آپ کو بھائی فرمایا ہے، ذیل میں چند احادیث ملاحظہ ہوں:

اب چند احادیث ملاحظہ ہوں:

1: عَنْ عُرْوَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَطَبَ عَائِشَةَ إِلَى أَبِي بَكْرٍ فَقَالَ لَهُ أَبُو بَكْرٍ إِنَّمَا أَنَا أَخُوكَ فَقَالَ أَنْتَ أَخِي فِيْ دِيْنِ اللهِ وَ كِتَابِهِ وَهِيَ لِي حَلَالٌ

(صحیح البخاری: جلد:2،ص:760،رقم الحدیث:5081)

ترجمہ: حضرت عروہ رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کے لئے جب حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ سے کہا تو حضرت ابو بکر رضی اللہ نے اخوت اسلامی کی بنا پر عرض کیا حضرت میں تو آپ کا بھائی ہوں، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں واقعی آپ اللہ کے دین اور اس کی کتاب پر ایمان لانے کے رشتے سے میرے اسلامی بھائی ہیں {لیکن اس سے حرمتِ نکاح ثابت نہیں ہوتی اس

لیے کہ نکاح کی حرمت نسب یا رضاع سے ثابت ہوتی ہے} اور عائشہ رضی اللہ عنہا میرے لئے حلال ہے۔

2: قَالَ الْبَرَاءُ: عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْتَ اَخُوْنَا وَمَوْلَانَا.

(بخاری: جلد:1، ص:372، رقم الحدیث:4425)

ترجمہ: حضرت براء رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے کہ آپ علیہ السلام نے {زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا} کہ تم ہمارے بھائی اور ہمارے دوست ہو۔

3: عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ قَالَ: اِسْتَأْذَنْتُ النَّبِيَّ ﷺ فِي الْعُمْرَةِ فَأَذِنَ لِي، وَقَالَ: لَا تَنْسَنَا يَا أُخَيَّ مِنْ دُعَائِكَ

(بخاری: جلد:2، صفحہ:61، رقم الحدیث:1194)

ترجمہ: سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے عمرہ پہ جاتے وقت آپ علیہ السلام سے اجازت طلب کی تو مجھے اجازت مل گئی اور آپ علیہ السلام نے مجھے فرمایا: اے میرے چھوٹے بھائی اپنی دعاوں میں یاد رکھنا اور ہمیں نہ بھلانا۔

جواب نمبر2:

صاحب تقویۃ الایمان نے جو یہ لکھاہے کہ "انسان آپس میں سب بھائی ہیں، جو بڑا بزرگ ہو، وہ بڑا بھائی ہے، سو ان کی تعظیم انسانوں کی سی چاہیے نہ خدا کی سی" الخ۔

تو اس کی اصل وجہ یہ بتانا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مقام ومرتبہ کے لحاظ سے بہت بڑے ہیں مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم خدا نہیں بلکہ انسان ہیں اس لئے ان میں خدائی اوصاف مان کر شرک کا ارتکاب نہیں کرنا چاہیئے۔

اس میں کم علم مسلمانوں اور بعض غالیوں کے قول کی تردید ہے جو کہ آنحضرت ﷺ کو لوازم بشریت سے نکال کر مرتبہ الوہیت پر پہنچا دیتے ہیں اور ناممکن افعال جو صرف اللہ تعالیٰ کی ذات پاک سے خاص ہیں، ان کی طرف منسوب کرتے ہیں اور اس طرح کفر و شرک میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔

جواب نمبر3:

اگر آپ کہتے ہیں کہ اس عبارت کی بنیاد پر کافر ہیں تو آپ کے امام مولوی احمد رضا خان صاحب نے حضرت شاہ سید محمد اسماعیل شہید رحمہ اللہ کے متعلق تو یہ لکھا ہے:

کہ علماء محتاطین انہیں کافر نہ کہیں یہی جواب ہے اسی پر فتوی ہے اور یہی ہمارا مذہب ہے اور اسی پر اعتماد اور اسی میں سلامتی ہے اور اسی میں استقامت۔

(حسام الحرمین: صفحہ:42)

اور آپ کافر کہہ رہے ہیں تو آپ ہی بتائیں کہ آپ کی رائے زیادہ معتبر ہے یا آپ کے امام کی؟

متفرق عبارات

استواء علی العرش اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ

غیر مقلدین کہتے ہیں کہ تم لوگ کہتے ہو کہ اللہ تعالی صرف عرش پر نہیں بلکہ ہر جگہ ہے۔ تو تم اپنے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے قول کے مطابق کافر ہو۔ اور دلیل کے طور پر یہ عبارت پیش کرتے ہیں۔

روی شیخ الإسلام أبو إسماعیل الأنصاری فی کتابه الفاروق بسنده إلی مطیع البلخی: أنه سأل أبا حنیفة لمن قال: لا أعرف ربی فی السماء أم فی الأرض؟ فقال الإمام أبو حنیفة: قد کفر، لأن الله تعالی یقول: ((الرحمن علی العرش استوی)) وعرشه فوق سبع سموات.

قلت: فإن قال إنه علی العرش ولکن یقول لا أدری العرش فی السماء أم فی الأرض؟ قال: هو کافر لأنه أنکر أنه فی السماء فمن أنکر أنه فی السماء فقد کفر. وزاد غیره: لأن الله فی أعلی علیین.

جواب:

اس عبارت سے متعلق دو باتیں سمجھنے کی ہیں

1. امام صاحب کی اصل عبارت
2. امام صاحب کی طرف منسوب اس عبارت کا مطلب

اصل عبارت:

یہ قول امام صاحب کی طرف منسوب ہے ان کی اپنی کتاب میں امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا اصل قول یہ ہے:

من قال لا اعرف ربی فی السماء او فی الأرض فقد کفر و کذا من قال إنه علی العرش ولا ادری العرش أفی السماء او فی الأرض.

ترجمہ: جس شخص نے یہ کہا مجھے معلوم نہیں کہ میرا رب آسمان میں ہے یا زمین میں تو اس نے کفر کیا، اسی طرح جو شخص یہ کہتا ہے کہ اللہ عرش پر ہے لیکن مجھے پتہ نہیں ہے کہ عرش آسمان پر ہے یا زمین پر تو یہ بھی کافر ہے۔

(العالم والمتعلم لابی حنیفۃ: ص49 بتحقیق الشیخ محمد زاہد الکوثری)

اور امام فقیہ ابو اللیث سمرقندی کے نسخے میں یہ الفاظ ہیں

"قال اللہ تعالیٰ الرحمن علی العرش استویٰ فان قال اقول بھٰذہ الآیۃ ولکن لا ادری این العرش فی السماء ام فی الارض فقد کفر ایضاً"

حاشیہ العالم والمتعلم ص 49

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے الرحمن علی العرش استوی، پھر اگر کوئی شخص یہ کہے میں اس آیت کو مانتا ہوں لیکن مجھے یہ معلوم نہیں کہ عرش کہاں ہے؟ آسمان میں ہے یا زمین پر تو اس نے کفر کیا

فقیہ ابو اللیث سمرقندی رحمہ اللہ نے اس کی وضاحت کر دی کہ دوسری بات "و کذا من قال إنه علی العرش ولا ادری العرش أفی السماء او فی الأرض" کا مرجع بھی پہلے قول کی طرف ہے کیونکہ جب کوئی شخص اللہ کو عرش پر مستوی مان کر کہتا ہے کہ مجھے یہ معلوم نہیں کہ عرش کہاں ہے؟ آسمان پر ہے یا زمین پر؟ تو اس کا وہی مطلب ہوا جو پہلی عبارت کا ہے کہ اللہ آسمان پر ہے یا زمین پر یہ بات کرکے قائل نے اللہ کے لیے

خاص مکان کا عقیدہ رکھا جبکہ اللہ تعالیٰ مکان سے پاک ہے اور ایسا کہنے والا شخص اگر اللہ تعالیٰ کو آسمان پر مانتا ہے تو زمین پر ہونے کی نفی کرتا ہے اور اگر اللہ تعالیٰ کو زمین پر مانتا ہے تو آسمان پر ہونے کی نفی کرتا ہے اور ان دونوں صورتوں میں اللہ تعالیٰ کو محدود ماننا لازم آتا ہے جبکہ وہ ذات غیر محدود ہے۔

یہ بات بھی قابل غور ہے کہ ان دونوں نسخوں میں دونوں باتوں کی وجہ کفر بیان نہیں کی گئی کہ ایسا شخص کیوں کافر ہے؟

تو شارح فقیہ ابو اللیث سمرقندی رحمہ اللہ اس کی وجہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں

"لانہ بھٰذا القول یوھم ان یکون لہ تعالیٰ مکان فکان مشرکا"

حاشیہ العالم والمتعلم ص 49

اس قول کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کے لیے مکان ثابت ہونے کا وہم ہوتا ہے لہٰذا ایسا کہنے والا شخص مشرک ہو گیا یعنی اللہ تعالیٰ تو ازل سے ہے اگر اللہ کی ذات کے لیے مکان ضروری ہے تو وہ مکان ازل سے اور قدیم ماننا پڑے گا اس صورت میں ایک سے زائد قدیم ہو جائیں گے جو کہ اللہ کے ساتھ شرک ہے۔

امام ابو اللیث سمرقندی کی اس وضاحت کی تائید خود امام ابو حنیفہ کے فرمان سے بھی ہوتی ہے آپ سے پوچھا گیا

"ارءیت لو قیل این اللہ؟ فقال یقال لہ کان اللہ تعالیٰ ولا مکان قبل ان یخلق الخلق و کان اللہ تعالیٰ ولم یکن این ولا خلق ولا شئی"

العالم والمتعلم ص 57

ترجمہ: اگر کسی شخص سے یہ پوچھا جائے اللہ تعالیٰ کی ذات کہاں ہے؟ تو وہ کیا جواب دے؟ آپ نے فرمایا اسے جواب دے کہ اللہ وہیں ہے جہاں مخلوق کے وجود سے پہلے تھا جب کوئی جگہ اور مکان نہیں تھا صرف اللہ موجود تھا۔ اور صرف وہی اس وقت موجود تھا جب نہ تو کوئی مکان تھا اور نہ ہی مخلوق نام کی کوئی چیز تھی"

لہٰذا کسی شخص کا امام صاحب کے اس عقیدہ میں لفظی و معنوی تحریف کر کے اس کا مطلب اپنی طرف سے نکالنا اور فتوی کفر لگانا بالکل غلط اور امام صاحب کی اپنی وضاحت کے خلاف ہے۔

اوپر امام صاحب کا قول ان کی اپنی کتاب میں جن الفاظ سے مذکور ہے وہ ہم نے بیان کر دیا اور اس کی تشریح {جو کہ امام صاحب کے اپنے فرمان کے مطابق ہے} فقیہ ابو اللیث سمرقندی ت 373ھ کے قول سے کر دی جس سے بات بالکل واضح ہو گئی۔

عبارت مذکور کا مطلب:

لیکن غیر مقلدین ایک شخص ابو اسماعیل الھروی الانصاری ت 481ھ جو کہ فقیہ ابو اللیث سمرقندی رحمہ اللہ کے سو سال بعد کے آدمی ہیں ان کی ایک عبارت جو امام ابو حنیفہ کی طرف منسوب ہے پیش کرتے ہیں اور اپنی طرف سے اس کی تشریح کر کے ساری بات کا مفہوم ہی بگاڑ دیتے ہیں جس کا حوالہ سوال میں دیا گیا اس کے متعلق دو باتیں سمجھیں

1: یہ عبارت امام صاحب ک اپنی کتاب کی نہیں صرف ان کی طرف منسوب ہے۔

2: علی سبیل التنزل ہم اس عبارت کی نسبت امام صاحب رحمہ اللہ کی طرف تسلیم بھی کر لیں تب بھی ہمارے خلاف نہیں ہے اس لیے کہ ذکر کردہ عبارت میں سائل نے امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے یہ سوال کیا کہ اس شخص کے بارے کیا حکم ہے جو یہ نہ جانتا ہو کہ اللہ تعالیٰ زمین میں ہے یا آسمان میں؟ تو امام صاحب نے جواب دیا کہ وہ کافر ہے اس لیے کہ اللہ تعالیٰ عرش پر مستوی ہے اور وہ اس کا منکر ہے اور اہل السنت والجماعت بھی اللہ تعالیٰ کے عرش پر مستوی ہونے کے قائل ہیں اس لیے کہ استویٰ علی العرش نص قطعی سے ثابت ہے جیسا کہ قرآن کریم میں ہے

الرحمٰن علی العرش استوی

سورۃ طہٰ:5

استواء علی العرش کا ایک معنی وہ ہے جو ہم اہل سنت والجماعت کرتے ہیں اور ایک معنی وہ ہے جو غیر مقلد کرتے ہیں
اہل السنۃ والجماعۃ کے نزدیک "استواء علی العرش" اللہ تعالیٰ کی صفت متشابہہ ہے جس کے حقیقی معنی اللہ تعالیٰ ہی کو معلوم ہیں اور قرآن مجید میں اس کے ظاہری معنی مراد نہیں ہیں۔ امام بیہقیؒ فرماتے ہیں:

فَأَمَّا الْإِسْتِوَاءُ فَالْمُتَقَدِّمُوْنَ مِنْ اَصْحَابِنَا کَانُوْا لَا یُفَسِّرُوْنَهٗ وَلَا یَتَکَلَّمُوْنَ فِیْهِ (کتاب الاسماء والصفات للبیہقی ج2ص150)

ترجمہ: "رہا استواء کا مسئلہ تو ہمارے متقدمین حضرات نہ اس کی تفسیر کرتے تھے اور نہ ہی اس میں کوئی کلام فرماتے تھے۔"

جبکہ غیر مقلدین کے ہاں استواء علی العرش سے اللہ تعالیٰ کا حقیقتاً فوق العرش ہونا مراد ہے۔

(عقیدہ مسلم از محمد یحییٰ گوندلوی: ص219، آیئے عقیدہ سیکھئے از طالب الرحمن شاہ ص39)

ہم اہل السنت والجماعت احناف اللہ تعالی کے مستوی علی العرش ہونے کے قائل ہیں لیکن اس کا معنیٰ حقیقتا وحسا عرش پہ ہونا اس کے قائل نہیں اور امام اعظم ابو حنیفہ کی اس عبارت میں اللہ تعالی کا فقط مستوی علی العرش ہونا تو مذکور ہے۔ لیکن استواء علی العرش کا یہ معنی کہ اللہ تعالی حقیقتاً عرش پر موجود ہیں یا حساً عرش پر مکین ہیں یہ اس عبارت میں مذکور نہیں بلکہ یہ معنیٰ غیر مقلدین نے اپنی طرف سے کیا ہے۔

مزید اگلی عبارت میں اس کی وضاحت موجود ہے کہ مطیع بلخی کہتے ہیں کہ اگر وہ آدمی یہ کہے کہ میں اللہ تعالیٰ کے عرش پر ہونے کو مانتا ہوں لیکن یہ نہیں جانتا کہ عرش زمین میں ہے یا آسمان میں تو اس کا کیا حکم ہے؟ تو امام صاحب نے فرمایا کہ کہ وہ کافر ہیں کیونکہ عرش کا سات آسمانوں سے اوپر ہونا نص قطعی سے ثابت ہے اور یہ بندہ اس کو بھی نہیں پہچانتا،

الحاصل اس عبارت میں اللہ تعالیٰ کے ہر جگہ ہونے کی نفی نہیں کی گئی جو کہ اہل السنت والجماعت کا عقیدہ ہے اور نہ ہی اللہ تعالی کے حسی طور پر عرش میں ہونے کو ثابت کیا گیا ہے جو کہ غیر مقلدین کا نظریہ ہے البتہ استواء علی العرش کو ذکر کیا ہے جس کے اہل السنت والجماعت بھی قائل ہیں۔

علامہ محمد انور شاہ کشمیری اور تحریف قرآن:

واعلم ان فی التحریف ثلاثة مذاهب، ذهب جماعة الی ان التحریف فی الکتب السماویة قد وقع بکل نحو فی اللفظ والمعنی جمیعاً، وهو الذی مال الیه ابن حزم وذهب جماعة الی انکار التحریف اللفظی راساً فالتحریف عندهم کله معنوی، قلت: یلزم علی هذا المذهب ان یکون القرآن ایضاً محرفاً، فان التحریف المعنوی غیر قلیل فیه ایضاً، والذی تحقق عندی ان التحریف فیه لفظی ایضاً، اما انه عن عمد منهم او لمغلطة.

(فیض الباری: ج3ص3945)

جواب:

حضرت علامہ انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ نے یہ عبارت حضرت ابن عباس سے منقول اس روایت کی تشریح میں ذکر فرمائی ہے:

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ یَا مَعْشَرَ الْمُسْلِمِینَ کَیْفَ تَسْأَلُونَ أَهْلَ الْکِتَابِ وَ کِتَابُکُمُ الَّذِی أُنْزِلَ عَلَی

نَبِيِّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحْدَثُ الْأَخْبَارِ بِاللَّهِ تَقْرَءُونَهُ لَمْ يُشَبْ وَقَدْ حَدَّثَكُمْ اللَّهُ أَنَّ أَهْلَ الْكِتَابِ بَدَّلُوا مَا كَتَبَ اللَّهُ وَغَيَّرُوا بِأَيْدِيهِمْ الْكِتَابَ فَقَالُوا هُوَ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ {لِيَشْتَرُوا بِهِ ثَمَنًا قَلِيلًا} أَفَلَا يَنْهَاكُمْ مَا جَاءَكُمْ مِنْ الْعِلْمِ عَنْ مُسَاءَلَتِهِمْ وَلَا وَاللَّهِ مَا رَأَيْنَا مِنْهُمْ رَجُلًا قَطُّ يَسْأَلُكُمْ عَنْ الَّذِي أُنْزِلَ عَلَيْكُمْ.

(صحیح البخاری: ج1 ص329-باب لایسال اہل الشرک عن الشہادۃ وغیرہا)

اس روایت میں اہلِ کتاب کی تحریف کا ذکر ہے اور حضرت کشمیری رحمہ اللہ نے بھی اپنی مذکورہ عبارت میں پچھلی کتب سماویہ میں اہل کتاب کی تحریف کا ذکر فرمایا ہے جیسا کہ اس عبارت میں "ان التحریف فی الکتب السماویۃ" کے الفاظ سے واضح ہے، اس کے بعد آخر میں "ان التحریف فیہ لفظی" میں "فیہ" کی ضمیر حدیث ابن عباس میں "ما کتب اللہ" کی طرف راجع ہے، قرآن کی طرف نہیں کیونکہ حضرت شاہ صاحب پچھلی کتب سماویہ میں ہی اختلاف مذاہب بیان کر رہے ہیں، اور پھر "والذی تحقق عندی" سے پچھلی کتب کی تحریف میں اختلافی مذاہب میں قول محقق ذکر فرما رہے ہیں، نیز اس سے اگلی عبارت "اما انہ عن عمد منھم" میں "منھم" کی ضمیر غائب کا مرجع بھی حدیث ابن عباس میں "اھل الکتاب" ہونا واضح ہے۔

الھدایۃ کالقرآن:

حاجی خلیفہ مصطفی بن عبد اللہ رحمہ اللہ ت 1067ھ نے ہدایہ کے بارے لکھا ہے۔

ان الھدایۃ کالقرآن قد نسخت   ما ألفوا قبلھا فی الشرع من کتب

کشف الظنون ج2 ص2022

اس پر بعض لوگ بہت شور مچا رہے ہیں کہ دیکھو یہ لوگ اپنی کتاب کو قرآن کریم کا درجہ دیتے ہیں۔

جواب:

مکمل شعر اس طرح ہے:

ان الھدایۃ کالقرآن قد نسخت   ما ألفوا قبلھا فی الشرع من کتب

فاحفظ قواعدھا واسلك مسالکھا   یسلم مقالك من زیغ ومن کذب

ترجمہ:

بے شک ھدایہ نے ان کتابوں سے بے نیاز کر دیا جن کو فقہاء وعلماء نے اس سے قبل تصنیف وتالیف کیا، جیسے قرآن نے پہلی کتابوں کو منسوخ کر کے ان سے بے نیاز کر دیا

اس کا غلط ترجمہ یوں کیا جاتا ہے کہ

"ہدایہ قرآن کریم کی طرح ہے۔ جس نے شریعت کی ساری کتابیں منسوخ کر دی"

اصل مطلب یہ ہے کہ ہدایہ فقہ کے باب میں تالیف کردہ تمام کتابوں کے لئے ایسے ہی ناسخ یعنی بے نیاز کرنے والی ہے جیسے قرآن کریم تمام آسمانی کتابوں کے لئے ناسخ ہے۔

شعر میں موجود یہ لفظ (اَلفوا تالیف سے ہے) سے مراد دیگر کتب فقہ پر "ھدایہ" کی برتری کا اظہار ہے کیونکہ کتب فقہ سب تصنیفات و تالیفات ہیں، اور قرآن کسی کی تالیف نہیں بلکہ وحی الہی ہے، یہاں ہدایہ کو قرآن کے برابر لاکر کھڑا کرنا ہرگز مراد نہیں ہے بلکہ اس کی اہمیت و عظمت کی ایک تشبیہ بیان کرنا مقصود ہے۔

شعر کا مکمل ترجمہ اس طرح ہوگا:

بے شک ھدایہ نے ان کتابوں سے بے نیاز کر دیا جن کو فقہاء وعلماء نے اس سے قبل تصنیف و تالیف کیا، جیسے قرآن نے پہلی کتابوں کو منسوخ کر کے ان سے بے نیاز کر دیا۔

شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی (ت 1402ھ)

مختصر تعارف

نام ونسب:

مولانا زکریا کاندھلویؒ بن مولانا یحییٰ کاندھلویؒ بن مولانا اسماعیل کاندھلویؒ۔

ولادت:

11 رمضان 1315ھ کو کاندھلہ میں ہوئی۔

تعلیم:

تعلیم اول تا آخر تعلیم مظاہر العلوم سہارنپور سے حاصل کی۔

مشہور اساتذہ:

مولانا ظفر احمد عثمانیؒ، مولانا عبد اللطیف صاحبؒ، مولانا محمد یحییٰ صاحبؒ، مولانا محمد الیاس صاحبؒ[بانی تبلیغی جماعت] ہیں،

خلافت:

آپ کو علامہ خلیل احمد سہارنپوریؒ سے خلافت تھی، ان کے وصال کے بعد مولانا شاہ عبد القادر رائے پوریؒ سے وابستہ ہوئے اور خلافت سے نوازے گئے۔

مشہور تصنیفات:

فضائل اعمال، تاریخ مظاہر، شرح مسلم، خصائل نبوی شرح شمائل ترمذی، اوجز المسالک شرح موطا امام مالک، الاعتدال فی مراتب الرجال، مشائخ تصوف، فتنہ مودودیت، مشرقی کا اسلام، اکابر کا رمضان، مکتوبات تصوف، مظاہر العلوم، تاریخ مشائخ چشت، جماعت تبلیغ پر چند

اعتراضات کے جوابات، موت کی یاد، مکتوبات تصوف، مکتوبات علمیہ ،کتب فضائل پر اشکالات اور ان کے جوابات ،خوان خلیل، حجۃ الوداع وعمرات النبی، آپ بیتی، داڑھی کا وجوب، شریعت و طریقت کا تلازم، اکابر علماء دیوبند ،نسبت و اجازت، اکابر کے معمولات رمضان ،مکاتیب حضرت شاہ مولانا محمد الیاس صاحب، ملفوظات حضرت مولانا الیاس رحمہ اللہ، الفتاوی خلیلیہ، وصایا امام اعظم ابو حنیفہ، حضرت مولانا یوسف بنوری امیر جماعت، ام الامراض اور محبوب العارفین ہیں۔

وفات:

آپ 24 مئی 1982 مدینہ منورہ میں رحلت فرما گئے اور جنت البقیع میں مدفون ہوئے۔

اعتراض نمبر 1

فضائل اعمال اس وقت لکھی گئی جب شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی صاحب رحمہ اللہ کو ڈاکٹروں نے دماغی کام سے روک دیا تھا۔
چنانچہ حضرت شیخ الحدیث صاحب رحمہ اللہ خود لکھتے ہیں:

صفر 1375 ہجری میں ایک مرض کی وجہ سے چند روز کیلئے دماغی کام سے روک دیا گیا تو مجھے خیال ہوا کہ ان خالی ایام کو اس بابرکت مشغلہ میں گزار دوں۔

(فضائل اعمال ص 18 رسالہ حکایات صحابہ)

جواب نمبر 1:

معترض نے شاید حضرت رحمہ اللہ کی اس مذکورہ عبارت کو پوری طرح نہیں سمجھا۔ کیونکہ فضائل اعمال مختلف رسائل کا مجموعہ ہے جو رسائل مختلف اوقات میں لکھے گئے تھے۔ جن کی تفصیل یہ ہے:

1- فضائلِ قرآن۔ ذی الحجہ 1348ھ
2- فضائلِ رمضان۔ رمضان 1349ھ
3- فضائلِ تبلیغ۔ صفر 1350ھ
4- فضائلِ نماز۔ محرم 1358ھ
5- فضائلِ ذکر۔ شوال 1358ھ
6- حکایاتِ صحابہ۔ شوال 1358ھ

حضرت شیخ صاحب رحمہ اللہ نے بیماری کی حالت میں صرف رسالہ "حکایات صحابہ" لکھا تھا۔ باقی پانچ رسائل حالتِ صحت میں لکھے تھے۔ لیکن معترض نے غلط سمجھا کہ تمام رسائل حالت بیماری میں لکھے گئے ہیں اور پھر بیماری بھی ایسی جس کا تعلق دماغ کے ساتھ بالکل نہیں تھا۔ حضرت شیخ الحدیث رحمہ اللہ کا دماغ بالکل تندرست اور صحیح سالم تھا، وہ بیماری نکسیر کا مرض تھا جس کی وضاحت حضرت شیخ رحمہ اللہ نے اپنی کتاب میں فرمادی ہے۔

(آپ بیتی ج ا ص ١٧٦، کتب فضائل پر اشکالات اور انکے جوابات ص ٢٥)

جواب نمبر 2

اس عبارت کا مطلب یہ نہیں تھا کہ حضرت کا دماغ کام نہیں کرتا تھا بلکہ مقصد یہ تھا کہ طبیعت میں ضعف تھا، دماغی کام کرنے سے روک دیا گیا تھا، دماغ کا کام نہ کرنا اور ہے، دماغی کام نہ کرنا اور ہے، جیسے انسان کو کوئی بیماری کی کیفیت ہوتی ہے مثلاً بخار، سر درد وغیرہ تو ڈاکٹر کہتے ہیں کہ

دماغی کام نہ کریں اس سے سرپہ بوجھ ہوگا، ظاہر ہے حکایات صحابہ اتنا تحقیقی کام نہیں تھا کہ جس سے دماغ پہ بوجھ پڑتا، اس لیے آپ نے ان ایام کو ضائع کیے بغیر یہ کام کر لیا۔

اعتراض نمبر 2

فضائل اعمال کے دو واقعات میں تضاد

واقعہ نمبر 1: ”حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ کو نفاق کا ڈر

حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم لوگ حضور ﷺ کی مجلس میں تھے۔ حضور اقدس ﷺ نے وعظ فرمایا جس سے قلوب نرم ہو گئے اور آنکھوں سے آنسو بہنے لگے اور اپنی حقیقت ہمیں ظاہر ہو گئی۔ حضور ﷺ کی مجلس سے اٹھ کر میں گھر آیا، بیوی بچے پاس آ گئے اور کچھ دنیا کا ذکر تذکرہ شروع ہو گیا اور بچوں کے ساتھ ہنسنا بولنا، بیوی کے ساتھ مذاق شروع ہو گیا اور وہ حالت جاتی رہی جو حضور ﷺ کی مجلس میں تھی۔ دفعۃً خیال آیا کہ میں پہلے کس حال میں تھا اور اب کیا ہو گیا، میں نے اپنے دل میں کہا کہ تُو تو منافق ہو گیا کہ ظاہر میں حضور اقدس ﷺ کے سامنے تو وہ حال تھا اور اب گھر میں آ کر یہ حالت ہو گئی۔ میں اس پر افسوس اور رنج کرتا ہوا اور یہ کہتا ہوا گھر سے نکلا کہ حنظلہ تو منافق ہو گیا۔ سامنے سے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ تشریف لا رہے تھے۔ میں نے ان سے عرض کیا کہ حنظلہ تو منافق ہو گیا۔ وہ یہ سن کر فرمانے لگے کہ سبحان اللہ! کیا کہہ رہے ہو؟ ہرگز نہیں۔ میں نے صورت بیان کی کہ ہم لوگ جب حضور ﷺ کی خدمت میں ہوتے ہیں اور حضور ﷺ دوزخ اور جنت کا ذکر فرماتے ہیں تو ہم لوگ ایسے ہو جاتے ہیں گویا وہ دونوں ہمارے سامنے ہیں اور جب حضور ﷺ کے پاس سے آ جاتے ہیں تو بیوی بچوں اور جائیداد وغیرہ کے دھندوں میں پھنس کر اس کو بھول جاتے ہیں۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ بات تو ہم کو بھی پیش آتی ہے، اس لئے دونوں حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور جا کر حنظلہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! میں تو منافق ہو گیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا: کیا بات ہوئی؟ حنظلہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ جب ہم لوگ آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں اور آپ ﷺ جنت و دوزخ کا ذکر فرماتے ہیں، تب تو ہم ایسے ہو جاتے ہیں کہ گویا وہ ہمارے سامنے ہیں لیکن جب خدمتِ اقدس سے چلے جاتے ہیں تو جا کر بیوی بچوں اور گھر بار کے دھندوں میں لگ کر بھول جاتے ہیں۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے، اگر تمہارا ہر وقت وہی حال رہے جیسا میرے سامنے ہوتا ہے، تو فرشتے تم سے بستروں پر اور راستوں میں مصافحہ کرنے لگیں، لیکن حنظلہ بات یہ ہے کہ گاہے، گاہے، گاہے، گاہے۔ (فضائل اعمال: ص40)

واقعہ نمبر 2: حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ کی شہادت:

غزوہ احد میں حضرت حنظلہ رضی اللہ تعالی عنہ اول سے شریک نہیں تھے۔ کہتے ہیں کہ ان کی نئی شادی ہوئی تھی بیوی سے ہمبستر ہوئے تھے اس کے بعد غسل کی تیاری کر رہے تھے اور غسل کرنے کے لیے بیٹھ بھی گئے تھے سر کو دھو رہے تھے کہ ایک دم مسلمانوں کی شکست کی آواز کان میں پڑی جس سے تاب نہ لا سکے، اسی حالت میں تلوار ہاتھ میں لی اور لڑائی کے میدان کی طرف بڑھے چلے گئے اور کفار پر حملہ کیا اور برابر بڑھتے چلے گئے کہ اسی حالت میں شہید ہو گئے الخ

(فضائل اعمال: ص86)

جواب:

اصل میں حنظلہ دو ہیں:

[1]:حنظلہ بن الرُّبَیِّع جو کاتب وحی تھے

[2]:حنظلہ بن مالك ہیں جن کو فرشتوں نے غسل دیا تھا۔

(مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوۃ المصابیح: ج5 ص60، حاشیۃ المشکوۃ: ص197،
الاصابۃ فی تمیز الصحابۃ لابن حجر العسقلانی: ج2 ص137 میں حنظلہ بن مالک غسیل الملائکہ کا ذکر ہے۔
اور ج2 ص134 میں حنظلہ بن الرُّبَیِّع کاتب وحی کا ذکر ہے۔

شیخ الہند محمود حسن دیوبندی رحمہ اللہ متوفی 1339ھ
مختصر تعارف

نام ونسب:

محمود حسن بن مولانا ذوالفقار علی بن شیخ فتح علی عثمانی دیوبندی۔

ولادت:

1268ھ بمطابق 1851 عیسوی کو بریلی میں پیدا ہوئے۔

تعلیم:

ابتدائی کتابیں مولانا عبداللطیفؒ سے پڑھیں، اس کے بعد دیوبند سے حدیث شریف کی تکمیل کی۔ اور آپ کو دارالعلوم دیوبند کے پہلے طالب علم ہونے کا اعزاز حاصل ہے۔

مشہور اساتذہ:

حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ، مولانا یعقوب نانوتویؒ۔

مشہور تلامذہ:

علامہ انور شاہ کشمیریؒ، مولانا اشرف علی تھانویؒ، مولانا شبیر احمد عثمانیؒ، مولانا حسین احمد مدنیؒ، مولانا کفایت اللہ دہلویؒ، مولانا عبید اللہ دھلویؒ، مولانا اعزاز علیؒ۔

تصنیفات:

ترجمہ قرآن اردو، تراجم ابواب بخاری، تصحیح المحمود الی ابی داود، حاشیہ مختصر المعانی، ادلہ کاملہ، ایضاح الادلہ، جہد المقل فی تنزیہ المعز والمذل، شرح اوثق العری، افادات محمود، کلیات شیخ الہند۔

بیعت وخلافت:

حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ نے آپ کو خلافت عطا کی اور اسی طرح قطب الارشاد علامہ رشید احمد گنگوہیؒ نے بھی خلعت خلافت سے نوازا۔

وفات:

18 ربیع الاول 1339ھ بمطابق 30 نومبر 1920ء بروز منگل کو دیوبند میں رحلت فرمائی۔

اعتراض نمبر 1:

شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

والانصاف ان الترجیح للشافعی فی ھذہ المسئلة ونحن مقلدون یجب علینا تقلید امامنا ابی حنیفة.

تقریر ترمذی: ص36

جوابات:

1: حق کبھی بمقابلہ باطل ہوتا ہے اور کبھی بمقابلہ خطاء، یہاں بمقابلہ خطاء ہے جس میں ایک اجر ضرور ہے۔

2: عقیدت میں اجر کو اجران پر ترجیح دی ہے۔ مثال مسجد حرام میں ایک نماز کا ثواب ایک لاکھ نماز کے برابر ہے اور مسجد نبوی میں پچاس ہزار نماز کے برابر۔ لیکن بندہ مسجد نبوی میں جاتا ہے اور عقیدت کی وجہ سے اجران کو چھوڑ دیتا ہے۔

اعتراض نمبر 2:

حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ پر اعتراض یہ ہے کہ انہوں نے قرآن کریم کی آیت میں تحریف کی ہے۔ چنانچہ انہوں نے آیت یوں تحریر کی ہے:

﴿فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللهِ وَالرَّسُولِ وَإِلَىٰ أُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ﴾

(النساء: 59)

(والی اولی الامر منکم) کا اضافہ کرنا تحریف لفظی ہے۔

جواب:

یہ کتابت کی غلطی تھی اس کی تصحیح ہو چکی ہے اور ادلہ کاملہ (ص 18، 19 طبع قدیمی کتب خانہ) میں اس پر مستقل عنوان "**ایک ضروری تنبیہ**" کے نام سے موجود ہے جس میں اعتذار کے ساتھ اس کا ازالہ کر دیا گیا۔

فائدہ: حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت میں آیت کا اس طرح لکھا جانا یقیناً کاتب کی غلطی تھی، اس لیے کہ حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی اسی کتاب میں یہ آیت دوسرے مقام پر درست لکھی ہے۔ ملاحظہ ہو:

"قاضی کا بحکمِ آیت: اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ، نائب خداوندی ہونا ظاہر اور حقیقت شناسان معانی کے نزدیک ارشاد واجب الانقیاد۔"

(ایضاح الادلہ: ص256)

رئیس المناظرین حجۃ اللہ فی الارض مولانا محمد امین صفدر اکاڑوی رحمہ اللہ (ت 1421ھ)

مختصر تعارف

نام ونسب:

مولانا امین صفدر اوکاڑوی صاحب بن میاں ولی محمد

ولادت:

4 اپریل 1934 ریاست پیر گڑھ ضلع کانگڑہ میں صاحب کے گھر پیدا ہوئے۔

تعلیم:

ابتدا غیر مقلد تھے اور مولانا عبد القدیر صاحب شیخ الحدیث راجہ بازار راولپنڈی کے سمجھانے پر حنفی ہوئے، مولانا عبد الحنان صاحب اور مولانا ضیاء الدین صاحب سیوہاروی فاضلان دیوبند سے علم حدیث پڑھا، اسی طرح مفتی عبد الحمید سیتاپوری صاحب مفتی جامعہ مدنیہ لاہور سے بھی استفادہ کیا۔

اصلاحی تعلق:

آپ رحمہ اللہ کا اصلاحی تعلق مولانا احمد علی لاہوری صاحب رحمہ اللہ سے تھا۔

تالیفات:

آپ رحمہ اللہ نے "ترجمہ وحواشی جزء القراءۃ امام بخاری تالیف فرمائی اور آپ نے متعدد رسائل لکھے جو تجلیات صفدر [7 جلدیں] میں جمع کیے گئے ہیں۔

وفات:

1421 ھجری مطابق 31 اکتوبر 2002ء کو ہوئی۔

تجلیات صفدر کی ایک عبارت پر اشکال اور اس کا جواب

ایک مولوی نے بیان میں کہا ہے کہ تجلیات صفدر میں امین صفدر اوکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ یزید اپنے بہنوں کے ساتھ زنا کرتا تھا اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو معلوم بھی تھا لیکن معاویہ رضی اللہ عنہ نے یزید کو کہا کہ بیٹا دن کو نہ کرورات کو یہ کام کیا کرو۔

جواب:

حضرت مولنا محمد امین صفدر اوکاڑوی رحمہ اللہ نے تجلیات صفدر کی پہلی جلد میں یزید سے متعلق اسلاف کی عبارات نقل کی ہیں جن سے اس کا فاسق ہونا ثابت ہوتا ہے۔

بعض لوگ ان عبارتوں کو خلط ملط کر کے حضرت اوکاڑوی رحمہ اللہ پہ بلاوجہ اعتراض کرتے ہیں۔ پہلے عبارات ملاحظہ فرمائیں:

پہلی عبارت:

مشہور مفسر، ناقد، مورخ حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر المعروف ابن کثیر رحمہ اللہ ت774ھ مشہور محدث حافظ ابو القاسم سلیمان بن احمد المعروف طبرانی رحمہ اللہ ت360ھ کے حوالہ سے نقل کرتے ہیں:

"كَانَ يَزِيْدُ فِي حَدَاثَتِهِ صَاحِبَ شَرَابٍ يَأْخُذُ مَأْخَذَ الأَحْدَاثِ، فَأَحَسَّ مُعَاوِيَةُ بِذٰلِكَ فَأَحَبَّ أَنْ يَعِظَهُ فِي رِفْقٍ فَقَالَ: يَا بُنَيَّ مَا أَقْدَرَكَ عَلَى أَنْ تَصِلَ إِلَى حَاجَتِكَ مِنْ غَيْرِ تَهَتُّكٍ يَذْهَبُ بِمُرُوْءَتِكَ وَقَدْرِكَ وَيَشْمَتُ بِكَ عَدُوُّكَ وَيُسِيْءُ بِكَ صَدِيْقُكَ ثُمَّ قَالَ: يَا بُنَيَّ إِنِّيْ مُنْشِدُكَ أَبْيَاتًا فَتَأَدَّبْ بِهَا وَاحْفَظْهَا، فَأَنْشَدَهُ:

إِنْصَبْ نَهَارًا فِي طِلَابِ العُلَا		وَاصْبِرْ عَلَى هَجْرِ الحَبِيْبِ القَرِيْبِ
حَتَّى إِذَا اللَّيْلُ أَتَى بِالدُّجَا		واكْتَحَلَتْ بِالغَمْضِ عَيْنَ الرَّقِيْبِ
فَبَاشِرْ اللَّيْلَ بِمَا تَشْتَهِي		فَإِنَّمَا اللَّيْلُ نَهَارُ الأَرِيْبِ
كَمْ فَاسِقٍ تَحْسَبُهُ نَاسِكًا		قَدْ بَاشَرَ اللَّيْلَ بِأَمْرٍ عَجِيْبِ
غَطَّى عَلَيْهِ اللَّيْلُ أَسْتَارَهُ		فَبَاتَ فِيْ أَمْنٍ وَعَيْشٍ خَصِيْبِ
وَلَذَّةُ الأَحْمَقِ مَكْشُوْفَةٌ		يَسْعَى بِهَا كُلُّ عَدُوٍّ مُرِيْبِ

قُلْتُ: وَهٰذَا كَمَا جَاءَ فِي الحَدِيْثِ "مَنِ ابْتُلِيَ بِشَيْءٍ مِنْ هٰذِهِ القَاذُوْرَاتِ فَلْيَسْتَتِرْ بِسِتْرِ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ

البدایہ والنہایہ ج8 ص250

حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی رحمہ اللہ اس عبارت کا مفہوم بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

یزید نوجوانی میں ہی شراب پیتا تھا اور نوجوانوں والی حرکتیں کرتا تھا۔ جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو علم ہوا تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے نرمی سے نصیحت فرمائی کہ بیٹا ایسے کام نہ کرو جس سے مروت ختم ہو جائے، دشمن خوش ہوں، دوست برا سمجھیں اور فرمایا: کم از کم دن بھر ایسی باتوں پر صبر کیا کرو اور جب رات آتی ہے تو رقیب کی آنکھ بند ہو جاتی ہے۔ کتنے فاسق ہیں کہ دن عبادت میں گزارتے ہیں اور رات لذت وعیش میں گزارتے ہیں۔ علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی یہ نصیحت اس حدیث کے موافق ہے کہ اگر کوئی شخص ایسی گندگیوں میں مبتلا ہو جائے تو اس کی پردہ پوشی کرے۔

تجلیات صفدر ج1 ص569،568

اس عبارت میں صرف اتنی بات ہے کہ یزید شراب پیتا تھا اور نوجوانوں والی حرکات کیا کرتا تھا "زنا" کی اس میں کوئی بات نہیں ہے۔

اس عبارت کے بعد حضرت اوکاڑوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی نصیحت کا فائدہ یہ ہوا کہ یزید اپنے فسق کو چھپانے لگا ظاہراً کافی حد تک اپنی اصلاح کر لی جس کی وجہ سے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے مختلف غزوات میں اسے شرکت کا حکم دیا۔

تجلیات صفدر ج1 ص569

دوسری عبارت:

مشہور محدث ومورخ ابو عبد اللہ محمد بن سعد بن منیع رحمہ اللہ المعروف ابن سعد ت230ھ، مشہور محدث ومورخ حافظ ابو القاسم علی بن حسن بن ہبۃ اللہ المعروف ابن عساکر دمشقی رحمہ اللہ ت571ھ، مشہور مفسر، محدث، مورخ امام ابو الفضل عبد الرحمان بن ابی بکر المعروف جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ ت911ھ، مشہور شافعی عالم احمد بن محمد بن علی المعروف ابن حجر مکی رحمہ اللہ ت974ھ۔

صحابی رسول غسیل الملائکہ سیدنا حنظلہ رضی اللہ عنہ کے صاحبزادہ حضرت عبد اللہ بن حنظلہ رضی اللہ عنہ ت63ھ کا فرمان نقل کرتے ہیں آپ رضی اللہ عنہ نے جب یزید کی بدعملیوں کو دیکھا تو اس کی حکومت کو ماننے سے انکار کر دیا اور اہل مدینہ نے آپ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پہ بیعت کر لی اس موقع پہ آپ نے فرمایا:

فَوَاللهِ مَا خَرَجْنَا عَلَى يَزِيْدَ حَتَّى خِفْنَا أَنْ نُرْمَى بِالْحِجَارَةِ مِنَ السَّمَاءِ اَنَّ رُجُلاً يَنْكِحُ الأُمَّهَاتِ وَالْبَنَاتِ وَالْأَخَوَاتِ وَيَشْرَبُ الْخَمْرَ وَيَدَعُ الصَّلَاةَ

الطبقات الکبری لابن سعد ج5 ص66، تاریخ دمشق ج27 ص429، تاریخ الخلفاء لسیوطی ج1 ص182، الصواعق المحرقہ لابن حجر مکی ج2 ص634

مفہوم: اللہ کی قسم ہم نے یزید کے خلاف علم بغاوت اس لئے بلند کیا کہ ہمیں خدشہ تھا کہ کہیں ہم پہ آسمان سے پتھر نہ برسادئے جائیں یزید تو ایسا شخص ہے جو محرمات سے بدکاری کرتا ہے، شراب پیتاہے اور نماز جیسے فریضہ کو چھوڑ دیتاہے۔

حضرت مولنا محمد امین صفدر اوکاڑوی رحمہ اللہ نے اس فرمان کا مفہوم تجلیات صفدر کی پہلی جلد کے صفحہ 565 پہ نقل کیا۔

اس سے معلوم ہوا یہ واقعہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد اور یزید کے دور حکومت کا ہے۔ امام سیوطی رحمہ اللہ کے طرز سے معلوم ہوتاہے کہ یہ تقریبا62 ہجری کے آخر کا واقعہ ہے۔

الحاصل: معترض ان دونوں روایتوں کو خلط ملط کر کے نتیجہ یہ نکالتے ہیں کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی زندگی میں ہی یہ برے کام کرتا تھا اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو اس کی خبر بھی تھی لیکن آپ نے سزا کی بجائے یزید سے کہارات کو یہ کام کرلیا کرو۔۔ نعوذ باللہ

اور ہماری معلومات کی حد تک حضرت اوکاڑوی رحمہ اللہ نے یہ بات کہیں نہیں لکھی کہ یزید محرمات سے بدکاری کرتا تھا اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو اس کا علم بھی تھا۔

اوپر ذکر کی گئی تفصیل سے معلوم ہوا کہ یہ دونوں واقعات الگ تھلگ ہیں یزید حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی زندگی میں ظاہری طور پہ کچھ نہ کچھ ٹھیک ہو گیا تھا اور بدکاری والا واقعہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد کا ہے لہذا ان دونوں کو ایک بنا کر پیش کرنا دیانت کے سراسر منافی ہے۔

قبر میں پڑا ہے دھڑ وہ نہیں سنتا:

"تو نہیں سنانے والا قبر میں پڑے ہوؤں کو، حدیث میں آیا کہ مردوں سے سلام علیک کرو اور بہت جگہ مردوں کو خطاب کیا ہے، اس کی حقیقت یہ ہے کہ مردے کی روح سنتی ہے اور قبر میں پڑا ہے دھڑ، وہ نہیں سنتا"

تفسیر عثمانی: ج3 ص193

جواب:

ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ دنیا میں احوال اَصالتاً اور اَصلاً جسم پر آتے ہیں اور تبعاً اور ضمناً روح پر آتے ہیں۔ دنیا میں کان سنتا ہے جو کہ جسم ہے اور کان کے واسطہ سے روح سنتی ہے، دنیا میں زبان چکھتی ہے جو کہ جسم ہے اور زبان کے واسطہ سے روح مزے لیتی ہے، اور موت کے بعد احوال آتے ہیں اَصالتاً اور اَصلاً روح پر اور تبعاً اور ضمناً آتے ہیں جسم پر۔

اب اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ قبر میں پڑا ہے دھڑ، وہ نہیں سنتا" اَصالتاً جسم نہیں سنتا بلکہ اَصالتاً روح سنتی ہے اور تبعاً جسم سنتا ہے۔

جسد مثالی:

حکیم الامت مجدد الدین والملت مولنا محمد اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

قبر میں روح کا تعلق بدن مثالی سے قائم کیا جاتا ہے اور عذاب وراحت اس سے وابستہ ہوتا ہے

(التکشف ص55 طبع اشرفیہ دہلی)

جواب 1:

جسد مثالی صوفیاء کی اصطلاح ہے جس کا مطلب ہے روح جسد عنصری کی شکل میں متشکل ہو جاتی ہے۔

شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ خاتم المحدثین علامہ انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ کے حوالہ سے لکھتے ہیں:

"جمہور اہل شرع جس کو روح کہتے وہ صوفیہ کے نزدیک بدن مثالی سے موسوم ہے جو بدن مادی میں حلول کرتا ہے"

تفسیر عثمانی سورۃ بنی اسرائیل آیت 85

جواب 2:

حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ خود بھی اس دنیوی بدن عنصری کے ساتھ روح کے تعلق اور ثواب وعذاب کے قائل ہیں۔

یہ صریح ہے اس میں کہ اعادہ الی الارض منافی اس قرار فی الجنتہ کے نہیں یا تو اس طرح کہ اول یہ اعادہ ہوتا ہو پھر سوال نکیرین کے بعد عروج الی السماء ہوتا ہو اور یا اس طرح کہ یہ اعادہ اور قرار تو جنت میں ہو اور قبر میں اصل قرار نہ ہو۔ کچھ تعلق جسد سے ہو خواہ جسد اصلی حالت پر ہو یا مستحیل ہو گیا ہو اور یہ تعلق صرف اتنا ہو جس سے ادراک نِعم واَلم کا ہو سکے۔

امداد الفتاوی ج5 ص424

بلاشبہ مرنے کے بعد اجزائے بدن سے بھی روح کا تعلق رہتا ہے گو نیکوں کی روحیں علیین میں ہوتی ہیں اور بدوں کی روحیں سجین میں لیکن روحوں کا روحانی تعلق ابدان کے ذرات کیساتھ رہنا ضروری ہے۔

(المصالح العقلیہ حصہ سوئم ص327-328)

قبر سے مراد برزخ:

حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ اور شیخ التفسیر والحدیث مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمہ اللہ اس دنیوی گڑھے کو قبر نہیں مانتے۔

"اصطلاح شریعت میں قبر گڑھے کو کہتے ہی نہیں بلکہ عالم مثال کو کہتے ہیں"

اشرف الجواب ص786

مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"قبر کا عذاب اور ثواب اور منکر اور نکیر کا سوال حق ہے جس پر ایمان لانا فرض ہے اللہ تعالی ہمیں اس میں ثابت قدم رکھے۔ قبر سے مراد زمین کا گھڑا نہیں جس میں مردہ کو دفن کیا جاتا ہے بلکہ مراد عالم برزخ ہے جو دنیا اور آخرت کے درمیان ایک درمیانی عالم ہے جس میں مردہ مرنے سے لے کر قیامت تک اس میں رہتا ہے"

عقائد الاسلام ص86

جواب:

اس طرح کی عبارات کا مطلب اس دنیوی گڑھے کا انکار کرنا نہیں بلکہ مقصود قبر کے مفہوم میں وسعت پیدا کرنا ہے تاکہ وہ لوگ مستثنیٰ قرار نہ پائیں جن کو جلایا گیا یا جانور کھا گئے یا دریا وغیرہ میں غرق ہو گئے۔ یہ حضرات اس گڑھے کو بھی قبر مانتے ہیں۔

حکیم الامت مجدد الملت مولانا محمد اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ ت1362ھ فرماتے ہیں:

جب آدمی مر جاتا ہے اگر اس کو دفن کیا جائے تو دفنانے کے بعد اور اگر نہ دفنایا جائے تو جس حال میں ہو اس کے پاس دو فرشتے منکر نکیر آتے ہیں اور تین سوال کرتے ہیں مومن اس کے صحیح جواب دیتا ہے تو اس کے لیے جنت کی طرف سے کھڑکی کھول دی جاتی ہے جس سے ٹھنڈی ہوا اور خوشبو آتی رہتی ہے اور وہ مزے سے سویا رہتا ہے اور مردہ بے ایمان ہو تو وہ (لا ادری) کہتا ہے تو اس پر قیامت تک سخت عذاب رہتا ہے۔

(ملخص تسہیل بہشتی زیور ص43-44)

☼ جب مردہ کو لحد میں رکھا جاتا ہے اور اس کی قبر پر مٹی ڈال دی جاتی ہے تو مٹی فرشتوں کو مردہ کے پاس جانے سے نہیں روک سکتی۔

(احکام اسلام عقل کی نظر میں ص259)

✡ ایک سوال کا تفصیل جواب دیتے ہوئے حضرت تھانوی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں... وجہ دفع یہ ہے کہ حرق سے انعدام نہیں ہوتا استحالہ ہوتا ہے پس اجزاء باقی ہیں اور وہ اجزاء یہاں ہیں وہی ان کی قبر ہے۔ حقیت قبر کی محل وجود میت ہے۔

(امداد الفتاوی ج4ص467)

شیخ التفسیر والحدیث مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمہ اللہ ت1394ھ فرماتے ہیں:

✡ عالم بررزخ میں پہنچنے کے بعد جو بات سب سے پہلے پیش آتی ہے وہ منکر نکیر کا سوال ہے یہ اس وقت ہوتا ہے جب خویش واقارب مردہ کو قبر میں رکھ کر واپس ہوتے ہیں اور روح انسانی جسم خاکی کی طرف عود کرتی ہے تو دو فرشتے منکر نکیر بحکم خداوندی قبر میں آکر اس سے سوال کرتے ہیں۔

(عقائد اسلام ص59)

✡ کل موضع فیہ مقرہ فھو قبرہ.

(التعلیق الصبیح ج1ص106)